﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :– نصیر احمد قمر

جلد12

جمعۃ المبارک 13/مئی 2005ء

04/ربیع الثانی 1426 ہجری قمری ❁ 13/ہجرت 1384 ہجری شمسی

شمارہ 19

نورِ حکمت

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علماء کے پاس بیٹھا کرو اور ان کے قرب میں رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نورِ حکمت کے ذریعہ اسی طرح دلوں کو زندہ کرتا ہے جس طرح آسمان بارش کے ساتھ مردہ زمین کو نئی زندگی دیتا ہے۔

(موطا امام مالکؒ کتاب الجامع باب طلب العلم)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے تو وہ لوگ ہیں جو خلافِ رسول اور خلافِ قرآن ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوّتوں کو پاش پاش کر دیا جائے۔

عام مسلمانوں کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اپنی شامت اعمال کو نہیں سوچا اُن اعمالِ خیر کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے، ترک کر دیا اور ان کی بجائے خود تراشیدہ دُرود و وظائف داخل کر لئے اور چند کافیوں کا حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔ بلّھے شاہ کی کافیوں پر وجد میں آجاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو، وہاں بہت کم لوگ جمع ہوتے ہیں، لیکن جہاں اس قسم کے مجمع ہوں وہاں ایک گروہ کثیر جمع ہو جاتا ہے۔ نیکیوں کی طرف سے یہ کم رغبتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ لذّتِ روح اور لذّتِ نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض ان رقص و سرود کی مجلسوں میں دانستہ پگڑیاں اتار لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میاں صاحب کی مجلس میں بیٹھتے ہی وجد ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی بدعتیں اور اختراعی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے نماز سے لذّت نہیں اٹھائی اور اس ذوق سے محروم ہیں وہ رُوح کی تسلّی اور اطمینان کی حالت ہی کو نہیں سمجھ سکتے اور نہیں جانتے کہ وہ سرور کیا ہوتا ہے۔

مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو اس قسم کی بدعتیں مسلمان کہلا کر نکالتے ہیں، اگر روح کی خوشی اور لذّت کا سامان اسی میں تھا تو چاہئے تھا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو عارف ترین اور اکمل ترین انسان دنیا میں تھے، وہ بھی اسی قسم کی تعلیم دیتے یا اپنے اعمال سے ہی کچھ کر دکھاتے۔ مَیں ان مخالفوں سے جو بڑے بڑے مشائخ اور گدی نشین اور صاحب سلسلہ ہیں پوچھتا ہوں کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے درود و وظائف اور چلّہ کشیاں، الٹے سیدھے لٹکنا بھول گئے تھے، اگر معرفت اور حقیقت شناسی کا یہی اصل ذریعہ تھے۔ مجھے بہت تعجب آتا ہے کہ ایک طرف قرآن شریف میں یہ پڑھتے ہیں ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ﴾ (المائدہ:4) اور دوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس تکمیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ ظالم طبع لوگ مجھ پر افترا کرتے ہیں کہ گویا مَیں ایسی مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جو صاحبِ شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا الگ نبوت ہے۔ مگر دوسری طرف یہ اپنے اعمال کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ تو خود کر رہے ہیں جبکہ خلافِ رسول اور خلافِ قرآن ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کے دل میں انصاف اور خدا کا خوف ہے تو کوئی مجھے بتائے کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عمل پر کچھ اضافہ یا کم کرتے ہیں۔ جبکہ اسی قرآن شریف کے بموجب ہم تعلیم دیتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا امام اور حَکَم مانتے ہیں۔ کیا اَرّہ کا ذکر مَیں نے بتایا ہے اور پاسِ انفاس اور نفی و اثبات کے ذکر اور کیا کیا اور کیا کیا مَیں سکھاتا ہوں۔ **پھر جھوٹی اور مستقل نبوت کا دعویٰ تو یہ لوگ خود کرتے ہیں اور الزام مجھے دیتے ہیں۔**

یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں کہلا سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں ہو سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔ جب تک ان مُحْدَثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ کچھ نہیں۔ سعدیؒ نے کیا اچھا کہا ہے ؎

بزُہد و ورع کوش و صدق و صفا ولیکن میفزائے بر مصطفےٰؐ

ہمارا مدّعا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے۔ اور تمام جھوٹی نبوّتوں کو پاش پاش کر دیا جائے جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعہ قائم کی ہیں۔ ان ساری گدّیوں کو دیکھ لو اور عملی طور پر مشاہدہ کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ہم ایمان لائے ہیں یا وہ؟“۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 63-64 جدید ایڈیشن)

فرمودات خلفاء

قبر پرستی سے بچو۔ ٹونے ٹوٹکے ترک کر دو

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”عورتوں میں بہت سی باتیں ایسی پائی جاتی ہیں جو شرک ہیں۔ قبروں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، چراغ جلائے جاتے ہیں، منّتیں مانی جاتی ہیں، یہ سب شرک ہیں۔ خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کو کھڑا کرنا شرک ہے جو بہت ہی بڑا گناہ ہے اور اس سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ دیکھو اگر کوئی اپنے باپ کے سامنے ایک چوہڑے کو اپنا باپ کہے تو اُس کے باپ کو کس قدر غصہ آئے گا اور وہ کس قدر ناراض ہوگا۔ اسی طرح ایک ادنیٰ مخلوق کو جو خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کیڑے کی حیثیت بھی نہیں رکھتی اپنا حاجت روا سمجھنا خدا تعالیٰ کی بہت بڑی ناراضگی کا موجب ہے۔ ایک قبر میں دفن شدہ مردہ جس کی ہڈیاں بھی گل گئی ہوں اور جس کے جسم کو کیڑے کھا گئے ہوں اُس کو جا کر کہنا تو میری مراد پوری کر کتنی بڑی پاگلانہ بات ہے۔ خدا تعالیٰ جب زندہ ہے اور مانگنے والوں کو دیتا ہے تو جو کچھ ہو اُس سے مانگنا چاہئے۔ جو مٹی میں دفن ہو چکا ہو اُس کے متعلق کیا معلوم ہے کہ نیک تھا یا کیسا تھا۔ اگر وہ نیک تھا تو اُن پر لعنتیں بھیجتا ہوگا جو اُس سے مرادیں مانگتی ہیں اور اگر بُرا ہوگا تو خود جہنم میں پڑا ہوگا دوسروں کو کیا دے سکے گا۔

اِسی طرح عورتیں ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو کچا تاگا باندھتی ہیں کہ صحت ہو جائے حالانکہ جس کو ایک بچہ بھی توڑ کر پھینک سکتا ہے وہ کیا کر سکتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں اور کئی قسم کی بدعتیں اور بُرے خیالات پائے جاتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا ہے اور جن سے سوائے اِس کے کہ اُن کی جہالت اور نادانی ثابت ہو اور کچھ نہیں ہوتا۔

پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ٹونے ٹوٹکے، تعویذ، گنڈے، منتر، جنتر سب فریب اور دھوکے ہیں جو پیسے کمانے کے لئے کسی نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب لغو اور جھوٹی باتیں ہیں ان کو ترک کرو۔ ایسا کرنے والوں سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتیں کہ مسلمان دن بدن تباہ و برباد ہوتے جا رہے ہیں۔ تم عام طور پر گھروں میں، اپنے رشتہ داروں میں دیکھو اور مسلمانوں کی حالت پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ مسلمان ہندوؤں کے مقروض ہوتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ خُدا تعالیٰ کی لعنت اُن پر پڑی ہوئی ہے۔ چونکہ اُنہوں نے خدا تعالیٰ کو چھوڑ دیا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بھی اُن کو چھوڑ دیا ہے۔ تم ان بیہودہ رسموں اور لغو چیزوں کو قطعاً چھوڑ دو اور اپنے گھروں سے نکال دو۔ مسلمان اور مومن کے لئے یہی جائز ہے کہ ایک خدا کی پرستش کرے اور اُسی کے آگے سجدہ کرے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے بھی سجدہ کرنے کی خدا تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تو اور کون ہے جس کو سجدہ کیا جا سکے۔ پھر اس زمانہ کے مصلح حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہوئے ہیں اُن کے آگے سجدہ کرنے کی اجازت نہیں، نہ اُن کی قبر پر منّتیں ماننے اور نذریں چڑھانے کی اجازت ہے۔ پس تم اِس قسم کی باتوں کو اپنے گھروں سے نکال دو اور اگر نکال دیا ہے تو دوسری عورتوں کو سمجھاؤ کہ وہ بھی اسی طرح کریں“۔

(الأزھار لذوات الخمار صفحہ38-39)

اداریہ

انتہا پسندی

معاشرے میں انتہا پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ’’جنگ‘‘ کے ایک کالم نویس اپنے فکر انگیز شذرہ میں لکھتے ہیں۔

’’مجھے اس مقدمے سے پورا اتفاق ہے کہ انتہا پسندی سے اس معاشرے کو شدید خطرات درپیش ہیں لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں کہ یہ کسی ایک گروہ کا خاصہ (characteristic) ہے۔ یہاں صرف اہل مذہب ہی انتہا پسند نہیں ہیں، مذہب بیزار بھی ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ کہیں انتہا پسندی مذہب کے نام پر ہو رہی ہے اور کہیں روشن خیال اعتدال پسندی کے نام پر۔ گوجرانوالہ کا واقعہ ان دونوں کی داستان ہے. سچ یہ ہے کہ فریقین نے مذہب کی کوئی خدمت کی ہے نہ روشن خیالی کی۔ پہلے ایک نظر روشن خیالی پر: مجھے حیرت ہے کہ خواتین کے حقوق کے نام پر مخلوط دوڑ کی حمایت کرنے والے روشن خیال، جب قومی اسمبلی میں جاتے ہیں تو کاروکاری جیسے قبیح فعل کے خلاف پیش کئے جانے والے بل کی مخالفت کرتے ہیں۔ حکمران جماعت ہی کی ایک رکن قومی اسمبلی اس معاشرتی نظام کے خلاف آواز اٹھاتی ہیں جو روایت کے نام پر عورتوں کے قتل کو روا رکھتا ہے تو حکمران جماعت اس کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہی حکمران جماعت پنجاب میں مخلوط دوڑ کی وکیل ہے۔ روشن خیالی کے ساتھ وابستگی کے یہ دو متضاد مظاہرے بتا رہے ہیں کہ اس کا ماخذ داخل میں یا فکر میں نہیں، کہیں خارج میں ہے۔ اگر اس روشن خیالی کی اساس داخلی ضروریات سے اٹھی ہوتی تو پھر ترجیحات کا تعین اور طرح سے ہوتا۔ اس میں کس کو کلام ہے کہ اس معاشرے میں مذہب اور روایت کے نام پر خواتین کے بنیادی حقوق کی نفی کی جاتی رہی ہے اور یہ سلسلہ بغیر کسی وقفے کے جاری ہے۔ یہاں عورت کو غیرت کے نام پر جینے کے حق سے محروم کیا گیا، وراثت سمیت اس کے معاشی حقوق کا انکار کیا گیا۔ اس کے سیاسی و مذہبی حقوق پامال کئے گئے۔ ہمارے معاشرتی نظام نے اس کے انفرادی وجود کا ہر پہلو سے انکار کیا۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے اس کے لئے کیا کیا۔ کیا یہاں عورت کا محض یہی ایک مسئلہ باقی ہے کہ اسے مردوں کے ساتھ سڑکوں پر دوڑنے کے ’’حق‘‘ سے محروم کیا گیا ہے۔ یہاں عورت لباس سے محروم ہے اور لوگوں کو اس کی زلفِ پریشاں کی فکر ہے‘‘۔

اس غیر ضروری، غیر اہم بلکہ بے جواز اقدام پر حکومت کے موقف اور اس پر اصرار کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

’’میرے نزدیک یہ کوئی دین و شریعت کا مسئلہ نہیں ہے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ حکومت پنجاب کو اس پر اتنا اصرار کیوں ہے؟ مطالبات ہمیشہ معاشرے کے اندر سے پھوٹتے ہیں، انہیں کبھی اوپر سے نافذ نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ مطالبہ معاشرے کے اندر سے اٹھا ہے کہ عورتوں کو مردوں کے ساتھ سڑکوں پر دوڑنے کی اجازت دی جائے؟ کیا خواتین کے حقوق کی علمبردار کسی تنظیم نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے؟ یہ تنظیمیں حدود قوانین سے لے کر مختاراں مائی کے مقدمے تک بے شمار مسائل پر آواز اٹھا رہی ہیں۔ ان روشن خیالوں نے انکے حل کے لئے آج تک کیا کیا ہے۔ آج خواتین کے حقوق سے متعلق جو مطالبات اس معاشرے کے اندر سے اٹھ رہے ہیں، یہ روشن خیال اس پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں لیکن جس بات کا تعلق نہ عورتوں کی ضرورت سے ہے نہ مطالبے سے، اس کے لئے یہ سینہ سپر ہیں۔ اسی بنیاد پر میں یہ کہتا ہوں کہ اس روشن خیالی کا تعلق داخل سے نہیں خارج سے ہے۔ سچ یہ ہے کہ جو روشن خیالی معاشرے کے اندر سے پھوٹے گی اس کی ترتیب بالکل دوسری ہوگی۔ معاشرے کی تہذیبی ساخت سے متصادم کسی فعل پر اصرار روشن خیالی کے نام پر ایک انتہا پسندی ہے اور اس معاشرے کو اس سے شدید خطرات لاحق ہیں۔‘‘

اہلِ مذہب کی افسوسناک انتہا پسندی پر حقیقت افروز تبصرہ کرتے ہوئے فقہ حنفیہ کے حوالہ سے وہ لکھتے ہیں:

’’دوسری نظر اہل مذہب کی انتہا پسندی پر۔ گوجرانوالہ میں مذہبی لوگوں نے جو کچھ کیا اور پھر جس طاقت سے دوسرے مقامات پر اس مخلوط دوڑ کی مزاحمت کا اعلان کیا، اس کا مذہب اور شریعت سے نہ صرف یہ کہ کوئی تعلق نہیں بلکہ میں پورے اطمینان سے عرض کرتا ہوں کہ یہ رویہ دینی احکام سے متصادم ہے۔ یہ دین کا ایک غیر اختلافی مسئلہ ہے کہ کسی برائی کے خلاف عملی اقدام کا کوئی حق کسی ایسے فرد یا گروہ کو حاصل نہیں جو اقتدار نہیں رکھتا۔ اگر کوئی گروہ طاقت کے ذریعے کسی برائی کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا یہ فعل فی نفسہٖ قابل تعزیر ہے۔ معاملے کی یہ نوعیت اس وقت ہے جب اقدام کسی واضح برائی کے خلاف ہو۔ اب اگر ’’برائی‘‘ کی تعریف ہی میں اختلاف ہے تو پھر طاقت کا استعمال سنگین تر جرم ہوگا۔ فقہ حنفی کی معروف کتاب ’’ہدایہ‘‘ کے حوالے سے مولانا مناظر احسن گیلانی نے اس باب میں دین فطرت کا نقطہ نظر بہت خوبی سے بیان کر دیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے ’’یہ ہدایہ کے متن کا مسئلہ ہے کہ ’’الامر بالمعروف بالید الی الامراء با للسان الی غیر ھم‘‘ جس کا مطلب یہی ہے کہ جو اقتدار رکھتے ہیں انہی سے اس حکم کا تعلق ہے کہ بزور لوگوں کو حق پر قائم کرنے اور باطل سے ہٹانے کی کوشش کریں لیکن ایک عام آدمی جو حکومت کے اقتدار سے محروم ہے اس پر صرف زبان سے معروف کا امر اور منکر کی نہی واجب ہے۔ یہاں تک کہ اس بنیاد پر امام ابوحنیفہ کا فتویٰ ہے کہ گانے بجانے کے آلات جو ممنوعات شریعہ میں سے ہیں، اگر کسی مسلمان کے پاس ہوں اور دوسرا مسلمان ان کو غیر شرعی قرار دیتے ہوئے توڑ دے گا تو اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا کیونکہ اس نے ان حدود میں تصرف کیا ہے جو اس کے فرائض کے دائرے سے خارج تھے۔ قریب قریب مختلف الفاظ میں مالکی اور شافعی علماء کی کتابوں میں بھی لکھا ہے۔ یعنی مارنے پیٹنے یا قتل و قتال پر آمادہ ہو جانا، یہ عام لوگوں کا کام نہیں۔‘‘

(امام ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ..صفحہ 260-259)

اس مسئلہ پر عقلی رنگ میں روشنی ڈالتے ہوئے اس کالم نگار نے لکھا۔: ’’پھر عقلی اعتبار سے دیکھئے کہ اگر ہر گروہ کے اس حق کو تسلیم کر لیا جائے کہ وہ اپنے اجتہاد سے جس کام کو برائی سمجھے اسے طاقت کے ذریعے ختم کرنے پر نکل پڑے تو کیا اس کے بعد کوئی مہذب معاشرہ قائم رہ سکتا ہے؟ سچ یہ ہے کہ ایسا اقدام مذہب کی کوئی خدمت ہے اور نہ معاشرے کی۔ مذہب کے نام پر فساد کی ایک ایسی انتہا پسندی ہے جس سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

میرے نزدیک گوجرانوالہ کے واقعہ کو دو پہلوؤں سے الگ الگ دیکھنا چاہئے۔ ایک یہ کہ مسئلے کی اصل نوعیت کیا ہے اور مذہبی و تہذیبی اعتبار سے اس کی گنجائش کتنی ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ حکومت اور مذہبی جماعتوں نے جو رویہ اپنایا، کیا اس کے لئے کوئی جواز موجود ہے۔ میرا یہ تجزیہ دوسرے پہلو سے متعلق ہے۔ میرے خیال میں یہ فریقین کی طرف سے اس انتہا پسندی کا ایک مظاہرہ ہے جس سے اس معاشرے کو خطرہ لاحق ہے۔

روشن خیالوں اور اہل مذہب کے رویے کو ایک اور پہلو سے دیکھئے: ایک کی فکری معراج یہ ہے کہ روشن خیالی سڑکوں پر مرد و زن کی مخلوط دوڑ کا نام ہے۔ دوسرے کی ذہنی پرواز اتنی ہے کہ پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کی بحالی اور مخلوط دوڑ کے خاتمے سے معاشرہ اسلامی بن جائے گا۔ جس قوم کے قائدین کی ذہنی سطح کا عالم یہ ہو اس میں زندگی کے آثار کیسے پیدا ہوں گے؟۔‘‘ (جنگ لندن 12/ اپریل 2005ء)

اس کالم میں گوجرانوالہ کے مذہبی حلقوں کا خاص طور پر ذکر آیا ہے یاد رہے کہ یہ وہی شہر ہے جہاں احمدیوں پر ظلم و بربریت کے وحشیانہ اقدامات کوئی بہت پُرانی بات نہیں ہے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کا بھی اس کالم کے آخر میں ذکر کیا گیا ہے۔ قارئین الفضل کو یاد ہوگا کہ احمدیہ دشمنی کی وجہ سے سراسر بلا جواز پاکستانی پاسپورٹ میں مذہب کے خانے کا اضافہ کیا گیا تھا۔ دنیا بھر میں اس تنگ نظری اور تعصب پر پاکستان کا مذاق اڑایا جاتا رہا تو حکمرانوں نے اس شرمندگی اور خفت سے بچنے کیلئے اسکو ختم کرنے کا اعلان کرایا۔ مگر ضدّ و تعصّب تو اپنی جگہ پر باقی ہے اسکی وجہ سے حکمرانوں کو اپنا فیصلہ بدلنا پڑا۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ ’’دہشت گردی‘‘ اور ’’مذہبی انتہا پسندی‘‘ کے خلاف امریکہ کے سب سے بڑے حلیف نے مولویوں کی دہشت گردی کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس طرح احمدی حج بیت اللہ سے محروم کر دئے جائیں گے تو تنگ نظر مذہبی سیاستدانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بات ان کے بس کی نہیں ہے۔ ہر احمدی کے دل میں اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محبت و عقیدت ہے وہ انہیں حج بیت اللہ سے دور نہیں رہنے دے گی اور دنیا بھر سے احمدی اپنی عقیدت و محبت کے اظہار کے لئے مرکز اسلام میں عاشقانہ انداز سے بغیر کسی ناغہ کے ہر سال جاتے ہیں اور ہمیشہ ہی جاتے رہیں گے۔ انشاء اللہ۔

(عبدالباسط شاہد)

قطعات

مانو نہ مانو

ہیں احمدی تو دنیا جہاں میں
پڑھتے نمازیں ، دے کر اذانیں
اَلْحَمْدُلِلّٰہ ، جاتے ہیں حج کو
مولوی اس کو مانیں نہ مانیں

’’علمائے کرام‘‘

جو کہلاتے ہیں علمائے کرام
ہیں ناواقفِ مُحسّناتِ کلام
یہ دیتے ہیں اس شخص کو گالیاں
جسے شاہِ یثرب نے بھیجا سلام

بوالعجبی

کبھی مولوی کا تھا یہ اعتراض
کہ یہ احمدی حج پہ جاتے نہیں
مگر اب ہے یہ فکر لاحق اُسے
کوئی احمدی حج نہ کرلے کہیں

اندازِ فکر

کوئی سمجھائے جا کر مولوی کو
مرا اندازِ فکر اُس سے جدا ہے
مجھے خانہ پُری کا فکر کیا ہو
کہ میرے خانۂ دل میں خدا ہے

(عبدالمنان ناہید)

نظام آسمانی کے قرآنی خدوخال
اورخلافت احمدیہ کی ابتدائی تاریخ

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کا نایاب اور معرکہ آراء درس آیت استخلاف

(دوست محمد شاہد ۔مؤرخ احمدیت)

آج سے قریباً ۸۳ برس پیشتر کا تاریخی واقعہ ہے کہ خلافت ثانیہ کے تاجدار حضرت مرزا بشیر الدین خلیفة المسیح الثانیؓ نے احمدیت کے دائمی مرکز قادیان دارالامان میں یکم اور ۲/مارچ ۱۹۲۱ء کو سورۃ نور کی آیت استخلاف پر ایک حقیقت افروز انقلاب آفریں اور معرکہ آرا درس ارشاد فرمایا جسے آپ کے شاگرد اور عاشق صادق حضرت منشی غلام نبی صاحب بلانوی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت دسمبر ۱۸۹۴ء بمقام بلانی ضلع گجرات ۔وفات ۱۸/اپریل ۱۹۵۶ء بمقام کھاریاں) نے قلمبند فرمایا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے آپؓ کے وصال پر فرمایا کہ:

''میری جس قدر پہلی تقریریں ہیں وہ ساری کی ساری انہی کی لکھی ہوئی ہیں ۔ وہ بڑے اچھے زودنویس تھے......وہ میرے ابتدائی خطبات بھی لکھتے رہے جو انہی کی وجہ سے محفوظ ہوئے ۔مَیں سمجھتا ہوں کہ ان کا جماعت پر بہت بڑا احسان ہے اور جماعت ان کے لئے جتنی بھی دعائیں کرے اُس کے وہ مستحق ہیں''۔

(الفضل ۱۵/مئی ۱۹۵۶ء صفحہ ۴ ۔ تاریخ احمدیت جلد سوم ۔ طبع جدید، صفحہ ۴۸۸۔۴۸۹۔ پر آپ کے مختصر حالات ملاحظہ ہوں)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ پرمعارف درس جو نہایت عام فہم، سلیس، اثر انگیز اور پُر دَرد الفاظ میں ہے پون صدی سے زیادہ نہایت طویل عرصہ گزرنے کے باوجود آج بھی ایک تفسیری معجزہ ہونے کی حیثیت سے یدِ بیضاء کی طرح چمک رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک مینارِ نور بن کر پوری دنیا کو اپنی تجلیات سے منور کرتا رہے گا۔

ذیل میں اس پرمعارف اور حقیقت افروز درس کا مکمل متن ہدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہ عظیم الشان درس خدائے ذوالجلال کی نصرت اور تائید روح القدس کا شاہکار اور حضورؓ کے مصلحانہ کارناموں میں ایک زریں کارنامہ ہے کیونکہ نظام خلافت کا آفاقی ادارہ ۱۳ صدیوں کے دبیز پردوں میں بے بنیاد روایات بلکہ خرافات اور بے سروپا افسانوں کے نیچے چھپ چکا تھا ۔رہی سہی کسر آل انڈیا نیشنل کانگرس کے زرخرید نام نہاد ائمہ، مصلحین اور خطیبوں نے گاندھی اور نہرو کی قیادت میں تحریک خلافت چلا کر پوری کردی جس سے نہ صرف حقیقی خلافت کا حلیہ مسخ کیا، اسلام کا نام بدنام کیا اور مسلمانان ہند پر مصائب وآلام کے پہاڑ ٹوٹ گئے جس نے ہر دردمند دل کو تڑپا دیا۔اس سانحہ کی طرف ڈاکٹر سر محمد اقبال شاعر مشرق نے ۱۸/مارچ ۱۹۲۶ء کے مکتوب میں علامہ شبلی نعمانی، مؤلف ''سیرت النبیؐ'' کی توجہ مبذول فرمائی۔

''اسلام کا ہندوؤں کے ہاتھ بک جانا گوارا نہیں ہوسکتا۔ افسوس اہل خلافت اپنی اصل راہ سے بہت دور جا پڑے ۔ وہ ہم کو ایک ایسی قومیت کی راہ دکھا رہے ہیں جس کو کوئی مخلص مسلمان ایک منٹ کے لئے قبول نہیں کرسکتا''۔

(مجموعہ مکاتیب اقبال ۔حصہ اول صفحہ ۱۵۸۔ ناشر شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار لاہور)

فروری ۱۹۲۰ء میں جناب ابوالکلام آزاد نے بنگال کی صوبائی خلافت کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں بتایا کہ ''اسلام کا قانون شرعی یہ ہے کہ زمانے میں مسلمانوں کا ایک خلیفہ و امام ہونا چاہئے''۔(تحریک خلافت صفحہ ۱۵۔ از قاضی محمد عدیل عباسی ۔ناشر ترقی اردو بیورو نئی دہلی ۱۹۸۲ء)۔مگر بیسویں صدی کا المناک ترین سانحہ یہ ہے کہ تحریک خلافت کی قیادت ابتداء سے انتہاء تک مہاتما گاندھی کے ہاتھوں میں رہی''۔(صفحہ ۱۶)۔ دہلی کی دوسری خلافت کانفرنس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری مشہور معاند احمدیت اور دوسرے مسلم زعماء نے گاندھی جی کا پرجوش استقبال کیا۔وہ کرسیٔ صدارت پر بیٹھے تو ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ گاندھی پر پھولوں کی بارش سے اظہار عقیدت کیا گیا۔ گاندھی نے اپنی تقریر میں خلافت کمیٹی کے لئے'' چندہ کی اپیل کی اور بذات خود ایک پیسہ تبرکاً عنایت کیا۔بس پھر کیا تھا یہ پیسہ نیلام ہوا اور اسے ۵۰۱ روپیہ میں سیٹھ چھوٹانی نے خریدا، ایک ہزار نقد وصول ہوا''۔(صفحہ ۱۵۴۔۱۵۵)

ہندو تحریک خلافت کا انجام نہایت عبرت انگیز ہوا۔ترکی لیڈر مصطفیٰ کمال پاشا نے نومبر ۱۹۲۲ء کو سلطان وحیدالدین خان کو معزول کرکے سلطان عبدالمجید خان کو خلیفہ مقرر کردیا اور ترکی کو ایک یورپین طرز کی جمہوریہ قرار دے کر سیاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے الگ کردیا۔ ازاں بعد 3/مارچ 1924ء کو مصطفیٰ کمال پاشا نے'' خلافت'' کا خاتمہ کرکے اسے ہمیشہ کے لئے دفن کردیا۔(صفحہ ۲۵۴)

یہ سانحہ'' خلافت ساز'' ملاؤں پر بجلی بن کر گرا۔ برٹش انڈیا کے مسلمانوں پر جنہیں ان کے مذہبی پیشواؤں نے خلافت کے نام پر گاندھی کے چرنوں میں ڈال دینے کا کارنامہ انجام دیا تھا سکوت مرگ طاری ہوگیا جبکہ اس سے قبل خلافت کانفرنسوں پر چراغاں تک کیا جاتا تھا۔ اب لوگ سوچتے تھے ؎

اب کیا رہا ہے جس پہ رقیبوں کا غم کریں

فروری ۱۹۲۷ء میں لکھنؤ خلافت کانفرنس پر ایک مختصر سا جلوس نکلا تو وزیر گنج کی ایک بڑھیا نے یہ مذاقاً کہا ''اے لو خلافت پھر نکلی''۔ خلافت کمیٹی لکھنؤ کے صدر نے مجلس استقبالیہ میں یہ بیان دے کر'' خلافت'' کا جنازہ نکال دیا کہ:

'' بارات کے دولہا اب بھی یہی بھائی (علی برادران) تھے۔تحریک خلافت کا اب دم واپسیں تھا ۔ خلافت خود بھی مصطفیٰ کمال پاشا کے ہاتھوں ختم ہوچکی تھی۔ ہندوستان میں خلافت کمیٹی کی زندہ لاش کا سہارا یہی دو بھائی تھے۔(صفحہ ۲۶۵۔۲۶۶)

یہ انکشاف کرتے ہوئے دل لرز رہا ہے اور قلم خونچکاں ہے کہ احمدیت کی طرف منسوب بعض جمہوریت پسند بزرگوں نے جو بعد کو گاندھی کی ''تحریک خلافت'' کے پرجوش ہمنواؤں میں شامل ہوگئے ۔ ۱۹۱۴ء میں خلافت احمدیہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے اور اسے قصہ پارینہ بنا دینے کی خوفناک سازش کی اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے تمام مشہور اور بااثر غیراحمدی حلقوں کے ساتھ مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔مگر خدا کے شیر اور قدرت ثانیہ کے مظہر دوم سیدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر رونق افروز ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کے جمالی وجلالی نشانوں کے جلو میں خلافت کے آفاقی نظام کو جاری وساری اور ایک زندہ اور تابندہ صداقت ثابت کرکے دکھلا دیا۔سائنس کی مسلمہ اور عالمی صداقتوں سے بڑھ کر اور عصر حاضر کے مادّی انکشافات سے کروڑ گنا زیادہ۔

خلافت احمدیہ کے قیام (۲۷/مئی ۱۹۰۸ء) سے لے کر خلافت خامسہ کے معرض وجود میں آنے کے بعد 97 برس ہورہے ہیں ۔سیدنا حضرت خلیفة المسیح الثانی المصلح الموعودؓ نے ۱۹۲۱ء کے درس قرآن میں اپنی بصیرت سے قرآن مجید کے پیش فرمودہ جس نظریہ خلافت کی پُرکیف اور ولولہ انگیز ترجمانی فرمائی تھی اس کا ہر گوشہ آفتاب عالمتاب کی طرح روشن ہو چکا ہے اور خلافت احمدیہ کی بے مثال آسمانی قوت وطاقت نے دنیا بھر میں دین مصطفیٰ کے عالمی روحانی انقلاب کی منزل کو قریب سے قریب تر کردیا ہے اور ہر ملک، ہر قوم اور ہر بستی میں تمکنت دین، امن وصلح اور توحید خالص کے روح پرور نظارے چشم فلک دیکھ رہی ہے جو آسمانی نظام خلافت کی برکات عظیمہ ہی کا فیضان ہے اور اسلام و احمدیت کے شاندار مستقبل کی ضمانت بھی جیسا کہ حضرت مصلح موعود نے اپنے پرمعارف درس میں بھی واضح طور پر فرمادیا تھا: ؎

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

امام ہمام سیدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کے درس کا مکمل متن

اب حضرت منشی غلام نبی صاحب بلانوی مدیر ''الفضل'' کے ریکارڈ کئے ہوئے حضرت امام ہمام سیدنا المصلح الموعودؓ کے عارفانہ درس آیت استخلاف کا مکمل متن ملاحظہ فرمائیے:

یکم مارچ ۱۹۲۱ء

''﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ۔ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

(سورۃ النور:۵۶)

یہ آیت اس زمانہ میں بہت ہی زیر بحث ہے۔اس میں خلافت کا مضمون بیان کیا گیا ہے۔مَیں خلافت کے مسئلہ کے متعلق بہت کم بولتا ہوں کیونکہ طبعاً میری طبیعت میں یہ بات داخل ہے کہ جس مسئلہ کا اثر میری ذات پر پڑتا ہو، اُسے مَیں بہت کم بیان کیا کرتا ہوں۔ ہاں جب کوئی اعتراض کرے تو جواب دینے کے لئے بولنا پڑتا ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ خلافت کے مسئلہ کے متعلق بہت زور دیا کرتے تھے کیونکہ انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا گیا تھا کہ اس کے متعلق فتنہ ہوگا۔اس وجہ سے لیکچروں، درسوں اور دُعاؤں میں بہت زور دیا کرتے تھے۔

میرے نزدیک یہ مسئلہ اسلام کے ایک حصہ کی جان ہے۔مختلف حصوں میں مذاہب کا عملی کام منقسم ہوتا ہے۔ یہ مسئلہ جس حصہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ وحدت قومی ہے۔کوئی جماعت، کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک ایک رنگ کی اس میں وحدت نہ پائی جائے۔ مسلمانوں نے قومی لحاظ سے تنزل اُس وقت کیا ہے جب ان میں خلافت نہ رہی۔ **جب خلافت نہ رہی تو وحدت نہ رہی۔ اور جب وحدت نہ رہی تو ترقی رک گئی اور تنزل شروع ہوگیا کیونکہ خلافت کے بغیر وحدت نہیں ہو سکتی۔ اور وحدت کے بغیر ترقی نہیں ہوسکتی۔** ترقی وحدت کے ذریعہ ہی ہوسکتی ہے۔ وحدت ایک ایسی رسّی ہوتی ہے جو قوم کو باندھے ہوئے ہوتی ہے اور اس قوم کے کمزور بھی طاقتوروں کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے جاتے ہیں ۔دیکھو اگر شاہسوار کے پیچھے ایک چھوٹا لڑکا بٹھا کر باندھ دیا جائے تو لڑکا بھی اسی جگہ پہنچ جائے گا جہاں شاہسوار کو پہنچنا ہوگا۔ یہی حال قوم کا ہوتا ہے۔اگر وہ رسّی میں بندھی ہو تو اس کے کمزور افراد بھی ساتھ دوڑے جاتے ہیں۔ لیکن جب رسّی کھل جائے تو گو کچھ دیر تک طاقتور دوڑتے رہتے ہیں لیکن کمزور پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اور آخر کار نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کئی طاقتور بھی پیچھے رہنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ان لوگوں میں جو آگے بڑھنے کی طاقت رکھتے اور آگے بڑھتے ہیں چلنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر قومی اتحاد ایسا ہوتا ہے کہ ساری قوم کی قوم چٹان کی طرح مضبوط ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے کمزور بھی آگے بڑھتے جاتے ہیں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ سورۃ نور میں اسلام اور انسان کی روحانی ترقیات کے ذرائع کا ذکر ہے ۔ان ذرائع میں سے بعض کا تو پہلے ذکر آچکا ہے اور ایک ذریعہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔﴾ وعدہ فرمایا ہے اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور عمل صالح کئے۔ (اور یہ وعدہ معمولی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھا کر فرماتا ہے) کہ ان کو ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا اس زمین میں جیسا کہ اس نے خلیفہ بنایا تم سے پہلوں کو۔

اس میں یہ بتایا ہے کہ خدا نے مومنوں سے یہ وعدہ کیا ہے۔ آگے اس وعدہ کی خصوصیات بیان فرماتا ہے۔

﴿ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ﴾۔وہ

ضرور قائم کرے گا، ثابت کردے گا ان کے لئے ان کے دین کو جوان کے لئے پسند کیا گیا۔

یہ ایک سلوک ہے۔ دوسرا سلوک ان سے یہ کرے گا کہ: ﴿وَلَيُبَدِّ لَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾۔اور خوف کے بعد امن سے ان کی حالت بدل دے گا۔

اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ فرماتا ہے یہ کہ ﴿ يَعْبُدُ وْنَنِى لَا يُشْرِ كُوْنَ بِىْ شَيْئًا﴾۔وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

آگے فرماتا ہے یہ تمہارے لئے اتنا بڑا انعام ہے کہ: ﴿ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾۔ جو اس کی قدر نہ کرے گا وہ ہمارے دفتر سے کاٹ دیا جائے گا۔

یہ اس قدر سخت وعید ہے کہ پچھلے کسی وعدہ کی ناقدری کے متعلق ایسی وعید نہیں رکھی گئی۔

اس زمانہ میں بدقسمتی سے بعض لوگوں نے خلافت سے اختلاف کیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ خلافت کا سلسلہ حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔ حالانکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے جتنا زور دیا ہے مذہب پر ہی دیا ہے۔ ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ﴾ ایک بات۔ ﴿وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ﴾ دوسری بات۔ ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ تیسری بات۔ ﴿ يَعْبُدُ وْنَنِى لَا يُشْرِ كُوْنَ بِىْ شَيْئًا﴾ چوتھی بات۔ ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُوْلٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ پانچویں بات۔

یہ پانچوں باتیں تو صاف طور پر دین سے تعلق رکھتی ہیں اور تمکین دین کے ساتھ امن کا آنا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بھی دینی امن ہی مراد ہے۔ اس طرح اس آیت میں تمام کا تمام دین کا ذکر ہے اور اس کے آگے بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾۔ یہ بھی دین ہی کے احکام ہیں۔ پس یہاں دین ہی دین کا ذکر ہے ورنہ اگر یہاں یہ سمجھا جائے کہ سلطنت کا ذکر ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ روحانی ترقیات کے ذرائع بتانے کے سلسلہ میں سلطنت کا ذکر کیا تعلق رکھتا ہے۔ سلطنت تو کافر اور بدکار لوگ بھی قائم کر لیتے ہیں۔

اصل اور سچی بات یہی ہے کہ خلافت جو روحانی ترقیات کا ایک عظیم الشان ذریعہ ہے اسی کا یہاں ذکر ہے، سلطنت کا نہیں ہے۔ اس خلافت سے مراد خواہ خلافتِ ماموریت لے لو یا خلافتِ نیابت لے لو۔ بہر حال روحانی خلافت کا ہی یہاں ذکر ہے۔ یہ دونوں قسم کی خلافت روحانیت کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ خلافت ماموریت تو اس طرح کہ اس کے ذریعہ ایک انسان خدا سے نور پا کر دوسروں کو منور کرتا ہے۔ اور خلافتِ نیابتِ مامورین اس طرح کہ اس انتظام اور نگرانی سے کمزوروں کی بھی حفاظت ہوتی جاتی ہے۔

پس ان دونوں قسم کی خلافتوں میں برکات ہیں اور دونوں روحانی ترقیات کا باعث ہیں اور دونوں کے بغیر روحانیت مفقود ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھو رسول اللہ ﷺ کے بعد جب خلافت کا سلسلہ ٹوٹا تو پھر اسلام کو کوئی نمایاں ترقی نہیں ہوئی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد جو خلافتیں تھیں ان میں عظیم الشان تغیر ہوئے۔ قوموں کی قومیں اسلام میں داخل ہو گئیں۔ اور اسلام بڑی سرعت کے ساتھ پھیل گیا۔ لیکن جب روحانی خلافت کا سلسلہ نہ رہا تو اسلام کی ترقی بھی رُک گئی۔ یا پھر ان لوگوں کے ذریعہ کسی قدر ترقی ہوئی جو خدا سے الہام اور وحی پا کر اسلام کی خدمت کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو روحانی خلافت کے بغیر اسلام کی کوئی ترقی نہ ہوئی بلکہ تنزل ہوتا رہا۔

آج بھی لوگ خلافت کا شور ڈال رہے ہیں اور خدا کی قدرت ہے کہ چند ہی سال پہلے جو لوگ ہم پر اس وجہ سے شرک کا الزام لگاتے تھے کہ ہم خلافت کے قائل ہیں اور کہتے تھے کہ خلافت کے مٹانے کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ وہی ٹریکٹ جو "اظہار الحق" کے نام سے شائع کیا گیا اس کے مضمون کی بنیاد ہی اسی امر پر رکھی گئی تھی کہ ہر ایک مامور کسی خاص کام کے لئے آتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ میں اسی لئے آئے کہ ہر قسم کی شخصی حکومت مٹا کر جمہوری حکومت قائم کریں۔ یہ ٹریکٹ لاہور کے جن لوگوں کی مرضی اور منشاء کے ماتحت شائع ہوا تھا آج وہی کہہ رہے ہیں کہ خلافت ٹرکی ضرور قائم رہنی چاہئے اور یہ مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس سے اس میں دست اندازی سمجھی جائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو مجبور کر کے ان کے مونہوں سے وہی باتیں نکلوائی ہیں جن کی بنا پر ہم سے اختلاف کر کے علیحدہ ہوئے تھے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کے علیحدہ ہونے کی وجہ دنیاوی اغراض ہی تھیں، دینی نہ تھیں۔ کیونکہ اس وقت جب انہوں نے خلافت کے مسئلہ کو اپنی اغراض کے خلاف دیکھا تو اسے مٹانے کے درپے ہو گئے۔ اور اب عام مسلمانوں کو جب خلافت پر زور دیتے دیکھا تو ان کی ہمدردی حاصل کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے خلافت کو دینی مسئلہ بنا لیا۔ ان کے مقابلہ میں ہمیں دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ جو کچھ ہم نے پہلے خلافت کے متعلق کہا تھا اب بھی اسی پر قائم ہیں اور ایک انچ اس سے آگے پیچھے نہیں ہوئے۔

خلافت اسلام کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے اور اسلام کبھی ترقی نہیں کر سکتا جب تک خلافت نہ ہو۔ ہمیشہ خلفاء کے ذریعہ اسلام نے ترقی کی ہے۔ اور آئندہ بھی اسی ذریعہ سے ترقی کرے گا۔ اور ہمیشہ خدا تعالیٰ خلفاء مقرر کرتا رہا ہے اور آئندہ بھی خدا تعالیٰ ہی خلفاء مقرر کرے گا۔ ....

ہماری جماعت میں جو خلافت کے متعلق جھگڑا ہوا وہ لوگ جنہوں نے اس وقت کے حالات دیکھے وہ جانتے ہیں کہ کتنا بڑا فتنہ بپا ہوا تھا۔ اب تو کہا جاتا ہے کہ منصوبہ کیا ہوا تھا اس لئے کامیابی ہو گئی مگر اس وقت کے حالات کو جاننے والے جانتے ہیں ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔﴾ کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم خلیفہ بناتے ہیں۔ جو کچھ ہوا اسی کے ماتحت ہوا۔ وہ لوگ جو اب یہاں سے علیحدہ ہو گئے ہیں ان کے متعلق بچے نہیں سمجھ سکتے کہ ان کی یہاں کیسی حکومت تھی اور نہ نئے آدمی اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں کی ہر چیز پر ان کا اتنا قبضہ اور اقتدار تھا کہ خلافت کے اختلاف کے وقت سب سے پہلا سوال یہی پیدا ہوا کہ جب سب انتظام ان کے سپرد ہے تو ہمارا کام کس طرح چلے گا۔ اور ان کو اپنے قبضہ اور انتظام پر اتنا گھمنڈ تھا کہ انہوں نے علی الاعلان کہا ہم تو جاتے ہیں لیکن دس سال کے اندر اندر یہاں سکول وغیرہ کی عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگا۔ اس بات کو کہے ہوئے سات سال تو گزر چکے ہیں مگر سکول میں ہر طرح ترقی ہو رہی ہے۔ لڑکے بھی پہلے کی نسبت زیادہ پڑھتے ہیں، آبادی بھی دن بدن بڑھ رہی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے۔ کیونکہ جس حالت میں وہ یہاں کے کاروبار کو چھوڑ کر گئے تھے وہ ایسی تھی کہ تباہی کی حالت تھی۔ چنانچہ جب وہ یہاں سے گئے تو چند آنے کے پیسے خزانے میں تھے اور انجمن اٹھارہ ہزار سے زیادہ کی مقروض تھی۔ ہماری ترقیات کے لحاظ سے قرضہ تو اب بھی ہو گیا ہے مگر قرضہ سے زیادہ اس وقت ہماری دوسری مدّات میں روپیہ موجود ہے۔ اور اب خدا تعالیٰ نے اس قدر فضل کیا ہے کہ ایک ایک احمدی 18,18 ہزار دے دیتا ہے۔ اور ہر محکمہ اور ہر صیغہ میں دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔ وہ کہتے تھے جس کے ہاتھ میں جماعت کو دیا گیا ہے وہ نوجوان اور ناتجربہ کار ہے اور جماعت کو تباہ کر دے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کے وقت جب ان لوگوں کی کمیٹی مسجد میں ہو رہی تھی اور مَیں اندر ٹہل رہا تھا تو مَیں نے سنا شیخ رحمت اللہ صاحب کہہ رہے تھے کیسا غضب ہے بچہ کو خلیفہ بنانے کے لئے یہ فتنہ کھڑا کیا گیا ہے۔ چونکہ مَیں نہیں جانتا تھا کس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے اس لئے حیران ہو رہا تھا کہ کونسا بچہ ہے جو خلیفہ بن جائے گا۔ مگر جیسا کہ خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب میں آیا ہے کہ وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کر دیا وہی کونہ کا پتھر ہوا۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ نے مجھے جس کی اس وقت مخالفت کی جا رہی تھی جبکہ مَیں بالکل ناواقف تھا وقت پر خلیفہ بنا دیا۔ اور مَیں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ نے مجھے ان لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے ہی خلیفہ بنایا ہے۔ ورنہ اگر وہ میری اتنی مخالفت نہ کرتے تو شاید مَیں خلیفہ نہ ہی بنتا۔ جب میرے دل میں خلافت کے متعلق کبھی خواہش نہ پیدا ہوئی، جب مجھے اس کا کوئی خیال نہ تھا اس وقت ان لوگوں نے مجھے الزام دیا کہ یہ خلافت کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکی اور اس نے کہا یہ لوگ جس کو حقیر جانتے اور جس کے خلاف کوشش کرتے ہیں اسی کو خلیفہ بناؤں گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور پھر دکھا دیا کہ اس زمانہ خلافت میں جماعت ہر طرح سے ترقی کر رہی ہے۔ روحانیت میں ترقی کر رہی ہے، مال میں ترقی کر رہی ہے۔ اور وہ جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ بچہ ہے اور جماعت کو تباہ کر دے گا اس کی نسبت مخالفین کا اور خیال ہے۔ حال ہی میں ایک صاحب کا خط آیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، مَیں نے ایک شخص کو تبلیغ کی۔ وہ کہتا ہے اگر تمہارے موجودہ خلیفہ کے بعد بھی سلسلہ قائم رہا تو مَیں بیعت کروں گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ جماعت کو تباہ کر دے گا اسی کی نسبت مخالف یہ سمجھ رہے ہیں کہ اب سلسلہ اسی کی وجہ سے قائم ہے اس کے بعد سلسلہ قائم رہا تو اسے سچا مان لیں گے۔ **مَیں تو مر جاؤں گا لیکن میرے بعد جو حضرت مسیح موعودؑ کے قائم مقام ہوں گے ان کے متعلق اسی طرح کہا جائے گا کیونکہ جب تک خلافت رہے گی یہ سلسلہ بھی قائم رہے گا۔ اور یاد رکھو کہ اگر یہ جڑ رہی تو سب کچھ رہے گا اور ہماری جماعت دن بدن ترقی ہی کرتی رہے گی**۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعد میں آنے والے خلفاء پہلوں کی نسبت زیادہ قابلیت رکھیں گے کہ ان کے زمانہ میں زیادہ ترقی ہوگی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے زمانہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں جماعت نے زیادہ ترقی کی۔ اور اسی وجہ سے ایک نادان نے یہ لکھ دیا کہ مولوی صاحب مرزا صاحب سے بڑھ گئے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اصل جماعت مسیح موعود نے ہی قائم کی اور اس کا بیج ڈالا۔ آگے وہی بیج بڑھ رہا ہے اور اس سے پھل پیدا ہو رہے ہیں۔ حضرت خلیفہ اوّل کے وقت بھی اسی بیج کے پھل پیدا ہوئے اور اب بھی جماعت جو ترقی کر رہی ہے اسی بیج کی وجہ سے کر رہی ہے جو مسیح موعودؑ نے ڈالا ہے۔

پس تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقی خلافت کے ساتھ وابستہ ہے اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی۔ اور تمہارے مقابلہ میں بالکل ناکام و نامراد رہے گی۔

جیسا کہ مشہور ہے اسفندیار ایسا تھا کہ اس پر تیر اثر نہ کرتا تھا۔ تمہارے لئے ایسی حالت خلافت کی وجہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ جب تک تم اس کو پکڑے رکھو گے تو کبھی دنیا کی مخالفت تم پر اثر نہ کر سکے گی۔ بے شک افراد مریں گے، مشکلات آئیں گی، تکالیف پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہیں ہوگی بلکہ دن بدن بڑھے گی۔ اور اس وقت تم میں سے کسی کا دشمنوں کے ہاتھوں مرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے۔

مَیں نے اس امر کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے بڑی بڑی عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں۔ اور ایسے ایسے امور مشاہدہ کئے ہیں کہ جن کو خاص آنکھیں ہی دیکھ سکتی ہیں۔ مگر یہ میری کسی فضیلت کی وجہ سے نہیں بلکہ اس مقام کی عزت کی وجہ سے میرے مشاہدہ میں آئے ہیں جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے۔

بعض لوگ میری ذات کے ساتھ خصوصیت سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے مَیں صاف طور پر سنائے دیتا ہوں کہ محض کسی کی ذات سے تعلق رکھنے والے عموماً ٹھوکر کھایا کرتے ہیں۔ میرے خیال میں تو انبیاء کی صفات بھی ان کے درجہ اور عہدہ کے لحاظ سے ہی ہوتی ہیں، نہ ان کی ذات کے لحاظ سے۔ **پس تمہیں درجہ**

باقی صفحہ نمبر 10 پر ملاحظہ فرمائیں

خطبہ جمعہ

ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ وہ نیکیوں میں ترقی کے لئے اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرے۔

اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کے لئے دین کی اشاعت کے لئے حسب توفیق کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے۔

دلائل کے ساتھ اسلام کی خوبیاں بتانا اور اسلام کی تبلیغ کرنا اصل جہاد ہے۔ اور ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچائے۔

(مکرم مولانا محمد احمد صاحب جلیل (مرحوم) اور مکرم صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب (مرحوم) کا ذکرخیر)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 29/اپریل2005ء بمطابق29/شہادت1384ہجری شمسی بمقام نیروبی، کینیا (مشرقی افریقہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾۔ (سورة البقرہ آیت نمبر:149)

کل کی تقریر میں مَیں نے آپ لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ انبیاء کے آنے کا جو مقصد ہوتا ہے اور جس مقصد کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ یہ ہے کہ خدا سے ملانا اور گناہ سے بچنے کے طریقے سکھانا اور نیکیوں کی طرف لے جانے والے راستے بتانا۔ اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ یہ مقصد ہم بڑی آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جب آپ نیکیوں پر قائم ہونے کی کوشش شروع کرتے ہیں اور کچھ نیکیاں بجالانا شروع کرتے ہیں تو یہ ایک قدم ہے یا چند قدم ہیں جو ہم نے اس راستے میں اٹھائے ہیں۔ یہ وہ انتہا نہیں ہے جس پر ایک احمدی مسلمان کو پہنچنا چاہئے۔ اور انتہا ہو بھی نہیں سکتی کیونکہ ہر منزل پر اگلی منزل کا پتہ ملتا ہے جس کے لئے رہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ’گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف راہبری کرتا ہوں‘۔ دین میں اور روحانیت میں کوئی خود بخود اعلیٰ معیاروں کو حاصل کرنے کے راستے تلاش نہیں کر سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا کوئی چنیدہ بندہ وہ راستے نہ دکھائے۔ اور اس زمانے میں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ چنیدہ بندہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ بہرحال جیسا کہ مَیں نے کہا اللہ تعالیٰ کے قرب کے اعلیٰ معیار صرف کچھ عبادت کر کے حاصل نہیں ہو جاتے اور نہ ہی نیکیوں کی انتہا کچھ نیکیاں حاصل کرنے سے ہو جاتی ہے بلکہ یہ ایک مسلسل عمل ہے اور مسلسل سفر ہے جس پر چلتے ہوئے جب مومن اپنے خیال میں منزل کے قریب پہنچتا ہے تو اسے اور منزلیں نظر آنی شروع ہو جاتی ہیں۔

پس ہر احمدی کا فرض ہے کہ نیکیوں کی منزلیں تلاش کرے۔ ان میں عبادتیں بھی ہیں، نیک کام بھی ہیں، جن پر احمدی ہر وقت چلتا رہے اور نیکی کی منزلیں تلاش کرے۔ اعلیٰ اخلاق ہیں جن میں ہر احمدی کو ترقی کرنی چاہئے۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں ایک فکر کے ساتھ کوشش کرنی چاہئے۔ غرض کہ ایک احمدی مسلمان کے سامنے ایک وسیع میدان ہے جس میں ہر وقت ایک لگن کے ساتھ اور ایک توجہ کے ساتھ کوشش کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہے اور آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ کسی ایک کام کو پکڑ کر خیال کرنا کہ ہم نے معیار حاصل کر لئے بالکل غلط ہے۔ بلکہ اُن تمام نیکیوں میں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے ترقی حاصل کرو گے تو صحیح مومن کہلا سکو گے۔ اور اسی بات کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ دلائی ہے۔

یہ آیت جو مَیں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک کے لئے ایک مطمح نظر ہوتا ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تعالیٰ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔ تو واضح ہو گیا کہ تمہاری زندگی کا مقصد اور مطمح نظر جس کو سامنے رکھ کر ایک انسان اپنے راستوں کا تعین کرتا ہے، وہ یہ ہونا چاہئے کہ تم نے نیکیوں میں ترقی کرنی ہے۔ اور جب ہر مومن، ہر احمدی ایک لگن کے ساتھ، ایک تڑپ کے ساتھ اس دوڑ میں شامل ہو گا کہ اس نے نیکیوں میں ترقی کرنی ہے تو تصور کریں کہ ایسی صورت میں کس قدر حسین معاشرہ قائم ہو گا۔ جہاں عبادتوں کے بھی اعلیٰ معیار قائم ہو رہے ہوں گے اور دوسری نیکیوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہوں گے۔ کچھ تو ایک دوسرے کو دیکھ کر اس رنگ میں رنگین ہو رہے ہوں گے کہ ہم نے بھی وہ معیار حاصل کرنے ہیں جو دوسرے حاصل کر رہے ہیں۔ ان کو بھی یہ فکر ہو گی کہ ہم نے بھی خدا تعالیٰ کا قرب پانے کے وہ اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں جو ہمارے بھائی حاصل کر رہے ہیں۔ دوسروں کی عبادتوں اور نیکیوں کو دیکھ کر حسد کے جذبے پیدا نہیں ہوں گے بلکہ ان پر رشک آئے گا اور پھر خود بھی ان نیکیوں میں بڑھنے کی کوشش ہو گی۔ صحابہ کرام اس طرف بہت توجہ دیا کرتے تھے اور بڑی فکر کے ساتھ توجہ دیا کرتے تھے۔

چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ صحابہ اکٹھے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دولتمند لوگ اپنی دولت کی وجہ سے سارا ثواب لے جاتے ہیں یا ان سے زیادہ ثواب لے جاتے ہیں۔ وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں۔ وہ بھی روزے رکھتے ہیں جس طرح ہم روزے رکھتے ہیں۔ وہ بھی دوسری عبادتیں کرتے ہیں جس طرح ہم عبادتیں کرتے ہیں۔ لیکن ایک زائد بات اُن میں ہے جو ہم نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو امیر ہیں، ان ساری نیکیوں کے ساتھ ساتھ اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی غربت کی وجہ سے باوجود خواہش ہونے کے اس میدان میں ان سے پیچھے ہیں۔ ہمیں بھی کوئی راستہ بتائیں کہ ہم اس نیکی میں ان کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال نہیں دیا جو تم بطور صدقہ خرچ کرو؟ آپؐ نے یہ سوال کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، اور الحمدللہ کہنا صدقہ ہے لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنا صدقہ ہے، نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے، برائی سے روکنا صدقہ ہے۔

ایک روایت میں ہے، آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ ہر نماز کے بعد 33 دفعہ سُبْحَانَ اللّٰه پڑھا کرو، 33 دفعہ اَلْحَمْدُلِلّٰه پڑھا کرو، اور 34 دفعہ اَللّٰهُ اَكْبَر پڑھا کرو۔ یہ تمہیں ان امیروں کے برابر لے آئے گا جو صدقہ وخیرات کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ تو صحابہ نے یہ عمل شروع کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جو امیر صحابہ تھے انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ نماز کے بعد بیٹھ کر وظیفہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ان صحابہ میں بھی نیکی میں آگے بڑھنے کی ایک لگن تھی۔ دنیادار امیر کی طرح تو نہیں تھے جو اپنی دولت کی وجہ سے اندھے ہو جاتے ہیں کہ نہ ہی خدا تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہیں اور نہ ہی بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں۔ بلکہ دنیادار امیر لوگ تو نیکیوں میں بڑھنے کی بجائے برائیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

بہرحال اُن امیر صحابہ کوبھی ان غرباءکودیکھ کر یہ تجسس پیدا ہوا کہ یہ کیا ذکر الٰہی کرتے ہیں۔آخراُن کو پتہ چل گیا کہ یہ نماز کے بعد اس طرح ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن امیر صحابہ نے بھی ذکر الٰہی شروع کر دیا۔ کیونکہ یہ وہ لوگ تھے جونیکیوں میں بڑھنے کے مفہوم کو سمجھتے تھے۔اس پر یہ غریب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اُن امیر صحابہ کوبھی پتہ چل گیا ہے اور انہوں نے بھی ہماری طرح ذکر الٰہی اور وظیفہ شروع کر دیا ہے۔ یہ لوگ پھر ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب مَیں کیا کرسکتا ہوں۔جس کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی توفیق دے رہا ہے اسے مَیں کس طرح روک سکتا ہوں۔(صحیح مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ۔ باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ و بیان صفتہ)

تو دیکھیں یہ صحابہؓ کے ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کے نمونے تھے۔اور یہ نمونے ہمارے سامنے صرف اس لئے نہیں بتائے جاتے کہ ہم سنیں اور ان سے محظوظ ہوں۔ بلکہ اس لئے ہیں کہ ہم اُن پر عمل کرنے والے بنیں۔صحابہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور نیکیوں میں آگے بڑھنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بار بار بڑے تجسّس سے اس بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا کام بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے اور دوزخ سے دور رکھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ایک بہت بڑی اور مشکل بات پوچھی ہے۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو یہ آسان بھی ہے۔تُو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا، نماز پڑھ، باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے روزے رکھ، اگر زادِ راہ ہو تو بیت اللہ کا حج کر۔

پھر آپؐ نے یہ فرمایا کہ اب مَیں بھلائی اور نیکیوں کے دروازوں سے متعلق تجھے نہ بتاؤں؟ سنو! روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔صدقہ گناہوں کی آگ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ رات کے درمیانی حصے میں نماز پڑھنا اجرِ عظیم کا موجب ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔﴿تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ﴾ (السجدۃ:17)

پھر آپ نے فرمایا کیا میں تم کو سارے دین کی جڑ بلکہ اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتاؤں؟مَیں نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ دین کی جڑ اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے، اور اس کی چوٹی جہاد ہے۔

پھر آپؐ نے فرمایا کیا مَیں تجھے اس سارے دین کا خلاصہ نہ بتاؤں؟مَیں نے عرض کی: جی ہاں یارسول اللہ! ضرور بتایئے۔آپؐ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا اِسے روک کر رکھو۔مَیں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا جو کچھ ہم بولتے ہیں اس کا بھی ہم سے مؤاخذہ ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا تیری ماں تجھ کو گم کرے (یہ عربی کا محاورہ ہے افسوس کے اظہار کے لئے بولا جاتا ہے) فرمایا کہ لوگ اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں یعنی اپنے بُرے بول اور بے موقع باتوں کی وجہ سے ہی جہنم میں اوندھے منہ گرتے ہیں۔(سنن الترمذی۔ابواب الایمان۔باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ)

تو دیکھیں کتنی فکر ہے کہ ہلکا سا بھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے دوزخ کی ہوا بھی لگے۔ بلکہ ایسے کام سرزد ہوں، ایسی نیکیاں سرزد ہوں جو اللہ کی رضا حاصل کرنے والی ہوں۔ یہ صحابہ کا رویہ ہوتا تھا۔ لیکن دیکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب کہ یہ ہے تو مشکل کام لیکن اگر تم اس بات پر قائم ہو جاؤ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فضل بھی فرماتا ہے اور انسان کی جنت میں جانے کی خواہش بھی پوری ہو سکتی ہے۔لیکن اس کے لئے بعض عمل کرنے ہوں گے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور ایسی عبادت کرو جو اس کا حق ہے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔نماز وں کے اوقات میں جیسا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے، پوری توجہ نمازوں کی طرف رکھو۔تمہارے کام یا تمہارے دوسرے عذر تمہیں نمازیں پڑھنے سے نہ روکیں۔کام کی خاطر نماز کو نہ چھوڑو بلکہ نماز کی خاطر کام چھوڑو۔ورنہ یہ بھی ایک قسم کا مخفی شرک ہے۔کیونکہ اگر کام کی خاطر نماز چھوڑو گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے نزدیک دنیاوی کام تمہارے خدا کی عبادت کرنے سے زیادہ اہم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنے کام کو خدا کے مقابل پر کھڑا کر دیا ہے۔ اس زمانے میں جو دنیاداری بہت ہے۔ تو دیکھیں یہ شرک خاص طور پر بہت پھیل گیا ہے۔دنیاوی کاموں اور دھندوں میں انسان اس قدر ڈوب گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نمازوں کی حیثیت ایک ثانوی حیثیت ہوگئی ہے اور اس زمانے میں جو نمازوں کو خاص توجہ اور شوق سے ادا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق یقیناً اس کا قرب پانے والا ہوگا۔

پس ہر احمدی کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اگر اُس نے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنی ہے، اور اُس کی جنت حاصل کرنی ہے تو اُسے اپنی نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرنی ہوگی۔ بلکہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی کے دروازوں میں داخل ہونے کے لئے مزید ترقی کرنی ہے تو رات کو تہجد کے لئے اٹھنا بھی ضروری ہے جس سے نیکیوں کی طرف اور قدم بڑھیں گے، عبادت کے مزید ذوق پیدا ہوں گے، اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے مزید کوشش ہوگی۔اور اس طرح ہمارے اندر ایک روحانی تبدیلی پیدا ہونی شروع ہو جائے گی۔جو روحانی ترقی کی مزید منزلیں طے کروائے گی اور ہر دن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی طرف ہمارا قدم ایک نئے انداز میں اٹھے گا۔

پس ہر احمدی اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کرنے کی کوشش کرے۔اور پھر ایک مومن کیونکہ صرف اپنا ہی ذمہ دار نہیں بلکہ اپنے بیوی بچوں اور اس کے زیر اثر جو ماحول ہے اس کا بھی ذمہ دار ہے۔اس لئے ان عبادتوں کے معیار حاصل کرنے اور اللہ تعالیٰ کے شرک سے پاک معاشرہ قائم کرنے کے لئے، اپنے بیوی بچوں کی بھی نگرانی کرنی ہوگی کہ وہ بھی عبادتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں کہ نہیں۔اور جب آپ اپنے پاک نمونے قائم کریں گے تو یقیناً آپ کی نسلیں بھی ان پاک نمونوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو آپ پر برستا دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا عابد بننے کی کوشش کریں گی۔اور یوں وہ بھی عبادتوں میں ترقی کرنے کی دوڑ میں شامل ہو جائیں گی۔اور نمازوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کے ساتھ وہ دوسری قربانیوں اور عبادتوں میں ترقی کرنے کی طرف بھی توجہ دیں گی۔اور یوں جماعت کے اندر نیکیوں کو قائم کرنے اور نہ صرف قائم کرنے بلکہ ترقی کرنے اور مسلسل جاری رکھنے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بھلائی اور نیکی کے دروازے جو جنت کی طرف لے جاتے ہیں ان میں سے ایک دروازہ صدقہ بھی ہے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے جو گناہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔اس طرح ٹھنڈا کرتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔تو جب انسان گناہ کا احساس کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے ہوئے، آئندہ سے توبہ کرتے ہوئے اس کے آگے جھکے اور وہ یہ عہد کرے کہ وہ آئندہ اس گناہ سے بچے گا اور ساتھ خدا تعالیٰ کی راہ میں بھی کچھ دے تو اس کا یہ احساسِ فکر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھینچنے والا ہو گا۔اور اس سے نہ صرف گناہ سے بچے گا بلکہ نیکی کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی۔اور پھر نہ صرف نیکی کرنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی بلکہ اس میں ترقی کرنے کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی۔

ایک غریب آدمی کو خیال آ سکتا ہے کہ ہم کس طرح صدقہ کریں۔ہم کس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے لئے اور نیکیوں میں ترقی کرنے کے لئے دین کی اشاعت کے لئے حسب توفیق کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے۔کیونکہ اس رزق میں سے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اپنی جان پر قربانی کر کے اس کی راہ میں کچھ خرچ کریں گے تو اس سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کے مزید راستے کھلیں گے۔

دوسرے، ایسے لوگوں کو جن کی توفیق تھوڑی ہے یاد رکھنا چاہئے کہ جیسے کہ مَیں پہلے حدیث بتا آیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح وتحمید اور ذکر الٰہی کو بھی صدقہ قرار دیا ہے۔یہ بھی ایک مال ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینا چاہئے۔ جب احمدی اس نظر سے بھی ذکر الٰہی کر رہے ہوں گے کہ ایک تو یہ کہ ہم اللہ کے حضور یہ دعائیں نذر کرتے ہیں اور اللہ سے امید رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری توفیقوں کو بڑھائے گا تاکہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے بنیں تو اس نیکی میں بڑھنے کی خواہش کی اللہ بہت قدر کرتا ہے اور پھر ایسے ذریعوں سے نوازتا ہے کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام کی چوٹی جہاد ہے۔اب اس زمانے میں تلواروں اور بندوقوں کا جہاد تو ختم ہوگیا۔کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق مسیح کی آمد کے ساتھ ہی تلوار کا جہاد ختم ہونا تھا۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس وجہ سے فرمایا ہے کہ میرے آنے

لیڈیز کپڑے کی مکمل کولیکشن

اب آپ سے صرف ایک Click دور!

انٹرنیٹ سے ابھی چوائس کریں اور پوری دنیا میں گھر بیٹھے ڈلیوری پائیں

www.woostyles.co.uk

Terms and Conditions applied

کے بعد اب تلوار کا جہاد نہ صرف بند ہوگیا ہے بلکہ حرام ہوگیا ہے۔ اس کے بعد کیا یہ سمجھا جائے کہ اسلام کی اس چوٹی تک پہنچنے کے راستے ختم ہوگئے؟۔ نہیں، بلکہ تلوار کا جہاد تو جہاد کی ایک قسم ہے جس کی اُس وقت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی تھی۔ بلکہ اُس وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت اور تبلیغ کو ہی جہادِ اکبر قرار دیا تھا۔ بلکہ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے قرآنی دلائل سے دشمن کا منہ بند کرنے اور پیغام پہنچانے کو جہاد قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ (الفرقان:53) یعنی اس قرآن کے دلائل کے ساتھ بڑا جہاد کرو۔

پس دلائل کے ساتھ اسلام کی خوبیاں بتانا اور اسلام کی تبلیغ کرنا اصل جہاد ہے۔ اور ہر احمدی کا یہ فرض بنتا ہے کہ اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچائے۔ یقیناً اس کی وجہ سے قربانیاں بھی دینی پڑیں گی۔ لیکن یہ قربانیاں ہی ہیں جن کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی چوٹی جہاد کو قرار دیا ہے۔ اور اس نیکی میں ہر احمدی کو ایک دوسرے سے بڑھنے کی خاص کوشش کرنی چاہئے۔ اپنے عملوں کو بھی درست کریں کہ اسے دیکھ کر لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوں اور پھر تبلیغ کے میدان میں کود جائیں۔ آپ کی وطن سے محبت بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان لوگوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے بارے میں بتائیں، اس کی خوبیاں بتائیں۔ آئندہ انسانیت کی بقا بھی اسی میں ہے کہ دنیا ایک خدا کو مانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے۔ پس اس چوٹی کو حاصل کرنے کے لئے ہر احمدی کو چاہئے کہ ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرے۔ ورنہ ہمارا یہ دعویٰ غلط ہوگا کہ ہم ہر میدان میں نیکیوں میں آگے بڑھنے والے لوگ ہیں اور یہ ہمارا مطمح نظر ہے اور یہی ہمارا مقصد ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حسین معاشرے کے قیام کے لئے ایک بڑی اہم بات ہمیں یہ بتائی ہے جس پر عمل کر کے ہم جنت کے وارث ہو سکتے ہیں اس دنیا میں بھی اور مرنے کے بعد بھی، اور وہ ہے زبان پر قابو۔ اگر ہم میں سے ہر شخص دوسرے کے لئے نیک خیالات رکھتا ہو، کبھی اس کے متعلق غلط بات کہنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔ ہمیشہ ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات ہوں۔ بعض دفعہ ایک شخص دوسرے کو ایسی بات کہہ جاتا ہے جو نامناسب ہوتی ہے، دوسرے کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی ہوتی ہے، جس کو یہ بات کہی جائے وہ اگر وقتی طور پر خاموش بھی رہے لیکن دل میں محسوس کرتا ہے اور اس کے دل میں رنجش کی دیوار کھڑی ہو جاتی ہے جو آہستہ آہستہ فساد کا باعث بنتی ہے۔ اور جہاں یہ باتیں معاشرے میں تلخیوں کا باعث بنتی ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تلخ اور کڑوی باتیں کرنے والوں کو انذار کیا ہے کہ وہ لوگ پھر جہنم میں اوندھے منہ گرتے ہیں۔ تو دیکھیں کہ کہاں تو مومنوں کا یہ مطمح نظر کہ انہوں نے نیکیوں میں آگے بڑھنا ہے۔ اور نہ صرف خود نیکیوں میں ترقی کرنی ہے بلکہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دلانی ہے، ان کو بھی نیکیوں میں اپنے ساتھ ملانا ہے۔ اور کہاں یہ عمل کہ دوسرے کے جذبات کا خیال بھی نہ رکھنا تو ایسے لوگوں کو تو کبھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کا مطمح نظر نیکیوں میں آگے بڑھنا ہے۔

پس ہر احمدی کا فرض بنتا ہے کہ وہ نیکیوں میں ترقی کے لئے اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرے۔ جماعت کی خاطر قربانی کے معیار بلند کرے۔ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے پیغام کو ہر شخص تک پہنچا کر تبلیغ کا حق ادا کرے اور اس کے ساتھ ساتھ مخلوق کے حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ ہر ایسی چیز جو معاشرے میں امن پھیلانے کا باعث بنتی ہے، نیکی ہے۔ اور ہمیں یہ حکم ہے کہ نیکیوں میں آگے بڑھنے کو اپنا مقصد قرار دیں۔ ظاہر ہے جب ہم یہ فیصلہ کرلیں گے کہ ہم نے نیکیاں کرنی ہیں اور یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے تو پھر برائی کے خیال بھی ہمارے دل میں کبھی نہیں آ سکتے۔ کبھی یہ خیال بھی ہمارے دل میں نہیں آئے گا کہ ہم نے دل لگا کر محنت نہیں کرنی، اپنے کام کا پورا حق ادا نہیں کرنا۔ کبھی یہ خیال دل میں نہیں آئے گا کہ ہم نے کسی کا حق مارنا ہے۔ کبھی یہ خیال نہیں آئے گا کہ ہم نے کسی بھی قسم کی اخلاقی برائی کرنی ہے۔ کبھی یہ خیال نہیں آئے گا کہ ہم نے جھوٹ بولنا ہے یا کوئی غلط بات کر کے فائدہ اٹھانا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ بڑا جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن چھوٹی موٹی غلط بات بیان کرنا جائز ہے۔ یہ سب نفس کے دھوکے ہیں۔ ہر احمدی کو اس سے بچنا چاہئے۔ اور صرف بچنا ہی نہیں چاہئے بلکہ یہ ارادہ کرلیں کہ ہم نے سوائے نیکیوں کے کچھ اور کرنا ہی نہیں اور جب یہ نیکیاں کر رہے ہوں گے تو پھر اس میں بڑھنے اور ترقی کرنے کی دوڑیں بھی لگیں گی ورنہ وہ مقصد حاصل کرنے والے نہیں ہوں گے جس کی خاطر آپ نے احمدیت قبول کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”اسلام میں انسان کے تین طبقے رکھے ہیں۔ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ، مُقْتَصِدٌ، سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ تو وہ ہوتے ہیں جو نفس امّارہ کے پنجے میں گرفتار ہوں۔ اور ابتدائی درجہ پر ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان سے ممکن ہوتا ہے وہ سعی کرتے ہیں کہ اس حالت سے نجات پائیں۔

مُقْتَصِدٌ وہ ہوتے ہیں جن کو میانہ رَو کہتے ہیں۔ ایک درجہ تک وہ نفس امّارہ سے نجات پا جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی کبھی کبھی اس کا حملہ اُن پر ہوتا ہے اور وہ اس حملہ کے ساتھ ہی نادم بھی ہوتے ہیں، پورے طور پر ابھی نجات نہیں پائی ہوتی۔

مگر سَابِقٌ بِالْخَيْرَات وہ ہوتے ہیں کہ اُن سے نیکیاں ہی سرزد ہوتی ہیں اور وہ سب سے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کی حرکات وسکنات طبعی طور پر اس قسم کی ہو جاتی ہیں کہ اُن سے افعالِ حسنہ ہی کا صدور ہوتا ہے۔ گویا ان کے نفس امّارہ پر بالکل موت آ جاتی ہے اور وہ مطمئنہ حالات میں ہوتے ہیں۔ ان سے اس طرح پر نیکیاں عمل میں آتی ہیں گویا وہ ایک معمولی امر ہے۔ اس لئے ان کی نظر میں بعض اوقات وہ امر بھی گناہ ہوتا ہے جو اس حد تک دوسرے اس کو نیکی ہی سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی معرفت اور بصیرت بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو صوفی کہتے ہیں کہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْن“۔ (الحکم جلد9 نمبر 39 مورخہ 10/ نومبر 1905ء صفحہ 5-6)

اللہ کرے ہم اس کے مطابق نیکیاں کرنے والے ہوں اور نیکیوں میں بڑھنے والے ہوں اور ہر احمدی ایک دوسرے سے نیکیوں میں بڑھنے والا ہو تاکہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں تو خدا تعالیٰ ہمیں یہ نہ کہے کہ جب تمہیں نیکیوں کے کرنے بلکہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کا حکم تھا تو پھر کیوں تم نے ان پر عمل نہیں کیا۔ اللہ ہم پر رحم فرمائے اور اپنے حکموں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اپنی بات ختم کرنے سے پہلے مَیں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ ان دو دنوں میں آپ نے جو بھی نیکی کی باتیں سیکھی ہیں انہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔ اپنے گھروں میں جا کر یہ نیکی کی باتیں بھول نہ جائیں بلکہ اپنے بیوی بچوں میں بھی ان کو قائم کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان تمام دعاؤں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ پر آنے والوں کے لئے کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آپ کی ہر فکر، رنج اور غم کو دور فرمائے اور اس ملک کی ترقی کے لئے نئی راہیں کھولے۔ اور آپ سب کے دلوں میں جماعت اور خلافت سے وفا اور محبت کو بڑھاتا رہے۔ آمین۔

آخر پر خطبہ ثانیہ سے پہلے مَیں دو وفات شدگان کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو ہیں مولانا محمد احمد صاحب جلیل۔ یہ سلسلہ کے ایک پرانے خادم تھے۔ انہوں نے جماعت کے شعبوں میں مختلف جگہوں پر کام کیا ہے اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں بھی پڑھایا ہے۔ ان کے بہت سارے شاگرد ہیں جو دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور خدمات دینیہ بجالا رہے ہیں۔ یہ بڑا لمبا عرصہ مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ بھی رہے ہیں۔ اور بڑے ہنس مکھ اور خوش مزاج آدمی تھے۔ اور بڑے عاجز انسان تھے۔ نیکیوں میں بڑھنے والے اور بڑی بزرگ طبیعت کے مالک تھے، نیک طبیعت کے مالک تھے۔ ایک لمبا عرصہ بیمار رہ کر ان کی دو تین دن پہلے وفات ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرے میرے بڑے بھائی مکرم مرزا ادریس احمد صاحب کی دو دن پہلے وفات ہوئی ہے۔ پھیپھڑوں میں کینسر کی وجہ سے کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ آپریشن ہوا تھا جس کے بعد طبیعت بگڑتی گئی۔ چند ماہ پہلے سے، جب سے بیماری کا پتہ لگا، بڑی بہادری سے بیماری کا مقابلہ کیا بلکہ دوسرے عزیزوں کو بھی تسلّی دلایا کرتے تھے۔ بےنفس اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں جگہ دے۔ یہ بھی دعا کریں کہ ہر دو وفات یافتگان جو ہیں ان کی نسلوں میں بھی خلافت اور جماعت سے وفا و محبت ہمیشہ قائم رہے۔ ابھی نماز جمعہ اور عصر کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب بھی میں پڑھاؤں گا۔

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ان جلسوں کی ایک غرض یہ بھی ہوتی ہے کہ دوران سال جو دوست وفات پائیں ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی جائے۔ تو اس ملک کینیا میں بھی جو احمدی بزرگ جنہوں نے وفات پائی ہے ان کی مغفرت کے لئے دعا بھی اس جنازہ میں ساتھ شامل کرلیں۔

امیر صاحب نے حاضری کی یہ رپورٹ دی ہے کہ ان کا پہلے جو جلسہ ہوا تھا اس میں پندرہ سو حاضری تھی۔ اب اللہ کے فضل سے اس وقت سات ہزار دو سو حاضری ہے۔ اور بہت سارے لوگ غربت کی وجہ سے بہت سارے علاقوں سے آئے بھی نہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں ان علاقوں میں جا بھی رہا ہوں، دورہ کروں گا۔ بہرحال حاضری اس سے بہت بڑھ سکتی تھی۔

بقیه: دوره حضور انور ایده الله تعالی
از صفحه نمبر 16

حضور انور بالائی منزل پر بھی تشریف لے گئے اور اس نئے کمپلیکس سے ملحقہ دوران سال خرید ے جانے والے قطعہ زمین کے بارہ میں امیر صاحب سے دریافت فرماتے رہے۔

حضور نے گراؤنڈ فلور پر واقع احمدیہ ہال کا افتتاح فرمایا اور دیوار میں نصب تختی کی نقاب کشائی فرمائی اور دعا کروائی۔ حضور انور نے معائنہ کے دوران پریس (چھاپہ خانہ) کے قیام کے بارہ میں بھی ہدایت فرمائی۔

حضور انور نے 2003ء میں تعمیر ہونے والے نئے بلاک کا بھی معائنہ فرمایا۔ اس بلاک میں گراؤنڈ فلور پر جماعتی دفاتر ہیں جب کہ پہلی منزل پر معلمین کے کلاس روم، پریس روم اور معلمین کا ہوسٹل ہے۔

اس کے بعد حضور انور مشن ہاؤس سے ملحقہ نئے خریدے گئے قطعہ زمین کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ اس قطعہ زمین میں جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کی ضیافت کے لئے لنگر خانہ کا انتظام کیا گیا ہے۔ حضور انور نے لنگر خانہ کے تمام کارکنان کو شرف مصافحہ بخشا اور دریافت فرمایا کہ آج کیا پکا ہے۔ منتظمین نے بتایا کہ مہمانوں کے لئے چاول گوشت بریانی کی طرز پر بنایا گیا ہے۔

لنگر خانہ کے معائنہ کے بعد 11:55 بجے حضور انور احمدیہ کلینک نیروبی کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ کلینک احمدیہ مشن ہاؤس سے دو کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ جب حضور انور کلینک پہنچے تو کلینک کے انچارج ڈاکٹر ندیم احمد صاحب نے اپنی اہلیہ ڈاکٹر قدسیہ ندیم صاحبہ اور اپنے سٹاف کے ساتھ حضور انور کا استقبال کیا۔ عزیزہ حانیہ ندیم بنت ڈاکٹر ندیم احمد صاحب اور عزیزم حنان احمد نے حضور انور کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ اس کے بعد حضور انور نے کلینک کے مختلف حصوں کا معائنہ فرمایا۔ حضور انور نے لیبارٹری کا معائنہ فرماتے ہوئے لیبارٹری میں موجود مختلف آلات کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ اسی طرح الٹرا ساؤنڈ اور ECG کے بارہ میں بھی دریافت فرمایا۔

حضور انور نے کلینک کو اِن ڈور کرنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ 6 بیڈ سے اِن ڈور (Indoor) شروع کیا جاسکتا ہے۔ کلینک کے گائنی کے شعبے کو فعال کرنے کے لئے حکومت کے متعلقہ محکمہ سے منظوری کی ہدایت فرمائی۔ حضور انور نے کلینک کی عمارت میں توسیع کی بھی ہدایت فرمائی اور اس کے لئے نقشہ جات کی تیاری کی ہدایت دی۔

نیروبی میں اس سے قبل احمدیہ کلینک کا آغاز 1998ء میں ہوا۔ ڈاکٹر اقبال احمد صاحب اس کے پہلے انچارج تھے۔ اس کے بعد ڈاکٹر لئیق احمد صاحب انصاری اور ڈاکٹر ریاض الحسن صاحب کو یہاں خدمت کی توفیق ملی۔ دسمبر 2004ء سے ڈاکٹر ندیم احمد صاحب اور ان کی اہلیہ ڈاکٹر قدسیہ ندیم صاحبہ یہاں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

کلینک کے معائنہ کے بعد حضور انور کچھ دیر کے لئے کلینک سے ملحقہ ڈاکٹر ندیم احمد صاحب کے گھر بھی تشریف لے گئے اور وہاں موجود لجنہ کی ضیافت ٹیم نے شرف زیارت حاصل کیا۔ حضور انور نے ازراہ شفقت باری باری سب کا حال دریافت فرمایا اور گفتگو فرمائی۔

یہاں کچھ دیر قیام کے بعد حضور انور باہر تشریف لائے اور واپس مشن ہاؤس کے لئے روانگی ہوئی۔ 12:30 بجے حضور انور مشن ہاؤس پہنچے۔ اس کے بعد حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔

سوا ایک بجے حضور انور نے مسجد احمدیہ نیروبی میں نماز ظہر وعصر جمع کر کے پڑھائیں۔

چار بجے مشن ہاؤس سے "احمدیہ قبرستان" کے لئے روانگی ہوئی یہ قبرستان مشن ہاؤس سے تین کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ اس قبرستان میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بعض صحابہ کرام دفن ہیں۔ حضور انور نے صحابہ کرامؓ کی قبور پر دعا کی۔ اسی قبرستان کے ایک حصہ میں "قطعہ موصیان" بنایا گیا ہے۔ حضور انور نے اس حصہ کا بھی معائنہ فرمایا اور امیر صاحب کینیا کو شعبہ وصیت اور موصیان کے بارہ میں ہدایات دیں اور فرمایا کہ قبرستان کے لئے بڑی جگہ بھی لیں۔ قبرستان میں دعا کے بعد 4:30 بجے حضور انور واپس مشن ہاؤس میں تشریف لے آئے۔

فیملی ملاقاتیں

5:30 بجے حضور انور اپنے دفتر تشریف لائے اور ڈاک ملاحظہ فرمائی۔ اس کے بعد فیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔ کینیا اور ہمسایہ ملک CONGO کی 29 فیملیز نے حضور انور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ ملاقات کرنے والوں کے چہرے خوشی و مسرّت سے معمور تھے۔ ملاقاتوں کے اختتام پر حضور انور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔

7:30 بجے حضور انور نے احمدیہ مسجد نیروبی میں نماز مغرب وعشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور، حضرت بیگم صاحبہ مع ممبران قافلہ، صاحبزادی امتہ الناصر نصرت صاحبہ بنت مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم کے ہاں کھانے پر تشریف لے گئے۔ صاحبزادی نصرت صاحبہ مکرم مبارک احمد شاہ صاحب کی اہلیہ ہیں۔ 9:30 بجے یہاں سے مشن ہاؤس واپسی ہوئی۔ آج مختلف پروگراموں کے سلسلہ میں حضور انور مشن ہاؤس سے باہر جہاں بھی تشریف لے گئے پولیس کی گاڑی نے قافلہ کو Escort کیا۔

28/اپریل بروز جمعرات:

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نماز فجر احمدیہ مسجد نیروبی میں پڑھائی۔

آج جماعت احمدیہ کینیا کے چالیسویں جلسہ سالانہ کا پہلا دن تھا۔ مشن ہاؤس سے چند کلومیٹر کے فاصلہ پر Parkland کے علاقہ میں ایک سکول کے احاطہ میں مارکی اور شامیانے لگا کر جلسہ گاہ تیار کی گئی تھی۔ مارکی کو بینرز سے سجایا گیا تھا۔ سٹیج کو بھی بینر اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت

جماعت احمدیہ کینیا کی تاریخ میں یہ پہلا ایسا جلسہ سالانہ تھا جس میں خلیفۃ المسیح بنفس نفیس شرکت فرما رہے تھے اور آج کا یہ تاریخی دن اس لحاظ سے بہت اہمیت رکھتا ہے کہ پہلی مرتبہ مشرقی افریقہ، کینیا کی سرزمین سے MTA کی LIVE نشریات ہوئیں اور جلسہ کے افتتاحی اجلاس کی کاروائی LIVE نشر کی گئی۔

اس تاریخی جلسہ میں شمولیت کے لئے اور اپنے پیارے امام کی زیارت کے لئے ملک کے طول وعرض سے احمدی احباب مرد وزن، بچے بوڑھے دو روز قبل ہی پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ سب سے بڑا قافلہ ممباسہ سے آیا تھا۔ ممباسہ نیروبی سے 550 کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سے ایک سپیشل ٹرین کے ذریعہ نوصد پچاس افراد جلسہ میں شمولیت کے لئے پہنچے۔ ویسٹرن ریجن سے 17 بسوں پر مشتمل قافلہ 500 کلومیٹر کا سفر طے کر کے نیروبی پہنچا۔ نیانزا سے 7 بسوں پر مشتمل قافلہ چار صد کلومیٹر کے سفر کے بعد نیروبی پہنچا۔ ایلڈ ویٹ سے بھی تین بسوں پر مشتمل قافلہ آیا تھا اس کے علاوہ کینیا کی دو صد پچاس سے زائد جماعتوں سے احباب جماعت بڑے شوق اور ولولہ کے ساتھ اپنے پیارے امام کے دیدار اور شرف ملاقات کے لئے نیروبی پہنچے۔ کوریا لینڈ، قادیانی ایریا اور کسوموں، شیانڈا، بوراٹانڈا کے علاقوں سے بھی احباب جماعت بڑی تعداد میں جلسہ کے لئے پہنچے۔ جب قافلے جلسہ گاہ پہنچے تو بڑے والہانہ انداز میں نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتے اور بڑا ایمان افروز منظر تھا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جلسہ کے افتتاحی اجلاس کے لئے پونے گیارہ بجے احمدیہ مشن ہاؤس نیروبی سے جلسہ گاہ کے لئے روانہ ہوئے۔ گیارہ بجے حضور انور جلسہ گاہ پہنچے تو احباب جماعت نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے حضور انور کا استقبال کیا۔ ان لوگوں کی زندگی میں یہ پہلا ایسا جلسہ سالانہ آیا تھا جس میں حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنفس نفیس جلسہ میں شرکت فرما رہے تھے۔ احباب کی نظریں حضور انور کے چہرہ مبارک پر مرکوز تھیں۔ آج وہ اپنے آپ کو بیحد خوش نصیب سمجھتے تھے کہ وہ اپنے پیارے آقا کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ گیارہ بجکر پانچ منٹ پر پرچم کشائی کی تقریب ہوئی۔ حضور انور نے لوائے احمدیت لہرایا۔ جب کہ امیر صاحب کینیا نے قومی پرچم لہرایا۔ اس کے بعد جلسہ کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم جمعہ طاہر صاحب نے کی۔ اس کے بعد بشیر احمد بٹ صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ کلام خوش الحانی سے پڑھ کر سنایا۔

نائب صدر مملکت کا خطاب

آج کے اس تاریخی جلسہ میں شرکت کے لئے کینیا کے نائب صدر مملکت HON.MUDI AWORI بھی تشریف لائے تھے۔ اس سے پہلے کبھی بھی حکام بالا نے جلسہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

مکرم وسیم احمد چیمہ صاحب امیر جماعت کینیا نے وائس پریذیڈنٹ کینیا کو خوش آمدید کہا اور استقبالیہ ایڈریس پیش کیا۔ اس کے بعد وائس پریذیڈنٹ HON.MUDI AWORI نے حاضرین جلسہ سے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ جماعت احمدیہ کینیا مذہبی لحاظ سے اور ملکی لحاظ سے ایک اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے جماعت احمدیہ کے مختلف کلینکس کا ذکر کیا اور اس وقت کینیا میں تعمیر ہونے والی جماعت کی 68 مساجد کا ذکر کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں معلمین کے ٹریننگ سکول کا بھی ذکر کیا۔ انہوں کہا کہ کینیا کو اس وقت ایسے لوگوں کی سخت ضرورت ہے جو ملک میں اخلاقی اور تعلیمی معیار کو آگے بڑھانے میں مدد دیں۔

انہوں نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا شکریہ ادا کیا کہ حضور کینیا تشریف لائے اور برکت بخشی۔ وائس پریذیڈنٹ نے اپنے خطاب میں ملک میں دی گئی مذہبی آزادی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ گورنمنٹ کینیا کی طرف سے ملک میں ہر مذہب کو اپنے دین کی تبلیغ کے لئے مکمل آزادی دی گئی ہے۔

حاضرین جلسہ سے خطاب

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کینیا سے افتتاحی خطاب فرمایا۔ جونہی حضور انور خطاب کے لئے ڈائس پر تشریف لائے تو فضا اسلامی نعروں سے گونج اٹھی۔

حضور انور ایدہ اللہ نے اپنے افتتاحی خطاب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی۔ حضور انور نے عبادت الٰہی اور ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلائی اور اپنی زندگیوں میں تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ حضور انور نے صحیح مسلم کی اس حدیث کا ذکر فرمایا جس میں ذکر ہے کہ فرشتے ذکر الٰہی کی مجالس میں آتے ہیں اور ایسی مجالس میں جو لوگ موجود ہوتے ہیں اور ذکر الٰہی میں مصروف ہوتے ہیں ان کی مرادیں پوری کی جاتی ہیں اور بخشش کے سامان کئے جاتے ہیں۔

حضور انور نے احباب جماعت کو عبادت اور نمازوں کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی۔ والدین کا احترام کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے اور پھر عزیز و اقارب اور رشتہ داروں سے نرمی کا برتاؤ کرنے اور حسن سلوک کرنے کی طرف توجہ دلائی اور حضور انور نے ہمسایہ کے حقوق کی طرف بھی توجہ دلائی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بھی پیش فرمائی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایہ کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہمسایہ کے اتنے حقوق ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اسے جائیداد میں وارث بنا دیا

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8239 8312 Mobile:07734470783 Fax: 020 8664 1190
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

جائے گا۔

حضور انور نے احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ آپ سب ضرورتمند وں ،حاجتمندوں اورغرباء کا بھی خیال رکھیں اوراُن کے حقوق ادا کریں۔ ان سے صرف نظر نہ کریں۔ان سے ہمدردی کے ساتھ پیش آئیں ۔فرمایا سب عبادت گزاروں اور مذاہب کا احترام کریں ۔ایک دوسرے کے حقوق نہ چھینیں ۔ حضور نے فرمایا یہ جلسے کے دن عبادت، دعاؤں اورذکر الٰہی میں گزاریں۔ بری باتوں سے بچنے کا عہد کریں۔ خاونداپنی بیویوں کے حقوق ادا کریں اور بیویاں اپنے خاوندوں کے حقوق ادا کریں ۔مائیں اپنے بچوں کی عمدہ رنگ میں تربیت کریں ۔کل کو اسی نسل نے جوان ہونا ہے اوربچیوں نے مائیں بننا ہے۔اعلیٰ تربیت کے نتیجہ میں پھر یہ آگے اپنی نسل کی تربیت کرسکیں گی۔

حضور انور نے فرمایا میں جماعت کو بہت عرصہ سے توجہ دلا رہا ہوں کہ آپ جہاں بھی کام کرتے ہیں خواہ دفتر میں یا ملازم ہیں ،تاجر ہیں یا مزدور ہیں ، بزنس مین ہیں یا تعلیمی میدان میں ذمہ داری ادا کررہے ہیں،آپ جہاں بھی کام کررہے ہیں دیانت داری سے محنت کرتے ہوئے اپنے کام کا حق ادا کریں اورآپ کا نمونہ ہرایک کے لئے نہایت اعلیٰ اور مثالی ہو۔ کیونکہ احمدیت کا بیج آپ پر لگا ہے۔آپ نے کوئی رشوت نہیں لینی ،کوئی بے ایمانی کا کام نہیں کرنا ۔آپ سے زیادہ کوئی محنتی نہیں ہونا چاہئے ۔ ہرمیدان میں آپ کا قدم سب سے آگے ہونا چاہئے ۔اپنے کام کا حق ادا کریں اوراکام سے انصاف کریں اور معاشرہ میں اپنا مقام بنائیں۔

حضور انور نے خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگرخواتین کی تربیت نہیں ہوگی تو پھر مستقبل کی نسلوں کی کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی ۔حضورانور نے خواتین کو نصیحت فرمائی کہ اپنے بچوں کی تربیت کریں ۔صرف یہ نہیں کہ بازار میں گئیں ،کمائی کی اور گھر آگئیں ۔اپنے بچوں کو بھی سنبھالیں اوران کو دینی تعلیم دلوائیں ۔ان کی دنیوی تعلیم کی طرف بھی توجہ دیں اور خاونداپنی بیویوں کا خیال رکھیں اوران کا حق ادا کریں۔

حضور انور نے فرمایا کہ غربت تعلیم کے حصول میں روک نہیں بننی چاہئے ۔جماعت اس کا انتظام کرے گی اورخیال رکھے گی کہ مالی کمی کی وجہ سے کوئی بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے ۔اللہ آپ سب کو اپنا مقام پہنچاننے کی توفیق دے۔

حضور انور نے جلسہ پرآنے والے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اورفرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزاء دے اور سب کا حامی و ناصر ہو ۔آخر پرحضور انور نے دعا کروائی۔

اس کے بعد حضور انور لجنہ کے جلسہ گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور انہیں شرف زیارت عطا فرمایا بچیوں نے کورس کی شکل میں اردواورسواحیلی زبان میں نظمیں پیش کیں ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا قصیدہ بھی خوش الحانی سے پڑھا۔حضورانور کچھ دیر کے لئے لجنہ کے جلسہ گاہ میں رونق افروز رہے۔

شعبہ رجسٹریشن کے ریکارڈ کے مطابق اس تاریخی جلسہ کی حاضری سات ہزار دوصد تھی جبکہ گزشتہ سال ان کے جلسہ سالانہ کی حاضری پندرہ صد کے قریب تھی ۔اس طرح گزشتہ سال کے مقابل پر حاضری میں پانچ گنا اضافہ ہوا ہے۔الحمدللہ

جلسہ گاہ میں ہی ایک بجے حضورانور نے نمازظہرو عصر جمع کرکے پڑھائیں ۔نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور واپس احمدیہ مشن ہاؤس نیروبی تشریف لے آئے۔ بعد از سہ پہر حضورانور نے ڈاک ملاحظہ فرمائی۔سات بجے حضورانور نے جلسہ گاہ تشریف لے جا کر نمازمغرب وعشاء جمع کرکے پڑھائیں اس کے بعد حضورانورواپس مشن ہاؤس تشریف لے آئے۔

شام سات بجے حضور انور نمازمغرب وعشاء کی ادائیگی کے لئے جلسہ گاہ تشریف لے گئے۔نمازمغرب سے ایک گھنٹہ قبل موسلا دھار بارش ہوئی ۔کینیا میں ایک عرصہ سے بارش نہیں ہوئی تھی اورلوگ بارش کے منتظر تھے۔ حضور انور کی کینیا آمد کے ساتھ ہی موسلا دھار بارش ہوئی اور باران رحمت آیا جو دوسرے دن صبح دس بجے تک برستا رہا اور ہرطرف جل تھل ہوگیا۔ کینیا کی سرزمین پرحضور انور کے مبارک قدم پڑتے ہی باران رحمت کا آنا اپنوں اورغیروں کے لئے ایک نشان ہے جس کا لوگ برملا اظہار کرتے ہیں۔

استقبالیہ تقریب

نمازمغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد حضورانور مشن ہاؤس تشریف لے آئے جہاں رات آٹھ بج کر بیس منٹ پرNairobi Serenia Hotel کے لئے روانگی ہوئی جہاں جماعت کینیا نے ایک تقریب عشائیہ (Reception) کا اہتمام کیا ہوا تھا۔آٹھ بج کر35 منٹ پرحضورانور کی ہوٹل میں آمد ہوئی۔اس تقریب میں80 سے زائد مہمان شامل ہوئے۔یہ سب حضرات حضور انور کی آمد سے قبل ہوٹل تشریف لا چکے تھے۔اہم شخصیات کا تعارف باری باری حضورانور سے کروایا گیا۔یہ احباب باری باری حضورانور کے قریب آکر بیٹھتے اور حضور انوران سے گفتگو فرماتے ۔تقریباً نصف گھنٹہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔اس کے بعد ایک دوسرے ہال میں جہاں ڈنر کا انتظام تھا حضورانورتشریف لائے ۔ یہاں حضورانور کی آمد سے قبل تمام مہمان اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے۔اس تقریب میں شامل ہونے والی چنداہم شخصیات کے نام درج ذیل ہیں۔

Hon.Joseph Mnyao
Minister of Livestock & Fishries Development
Hon.Amos Wako, Attorney General
Hon Andrew Ligale,
Asst.Minister of Transport
Hon.Joe Nyagah , Asst. Minister Regional Development
Dr.Andrew Mullei, Governor Central Bank of Kenya
Maj. Gen.(Ret) Syeed Ahmad, High Commissioner of Bangla Desh
H.E.Muhammad, Ambassador of Sri Lanka
H.E.Ali Numi, Ambassador of Sudan
Hon. Ms. Shaban Naomi,M.P.Taveta
Justice Visram, Justice Cockar
Justice Sheikh Amin
Father Romeo Berti
Father Tony Fernandes
Anil Ashani, Chairman Investment Promotion Co (Agha Khan Co)
Mr.James Muguiyi, MD UAP Ltd - Chairman ICDC (I)
Mr.Ashok Shah-MD Apollo Insurance
Dr. Muhammad Qureshi Neurosurgeon.
Dr.Saeed Samnakay. Urologist.
T.S.Nandrha- Architect
Moses Thara- Architect
Ashif Kassim-Practicing Accountant
M..Chaudhri,
Hon. Consular of Comoro
Dr. F Chaudhri, Hon.Consular of Jordan
Dr. S.M. Kiruthi, Management Consultant & Lecturer
Prof. Sande - Lecturer

اس تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جومکرم عبداللہ جمعہ صاحب نے کی ۔اس کے بعدمکرم ظفراللہ خان صاحب نائب امیر جماعت کینیا نے حاضرین سے حضورانور کا تعارف کروایا۔اس کے بعد حضور نے دعا کروائی ۔کھانے سے فارغ ہوکرحضور انور نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔رات 10:30 بجے یہ تقریب اپنے اختتام کو پہنچی۔اس کے بعد حضور انورمشن ہاؤس تشریف لے آئے۔

29 /اپریل بروزجمعۃ المبارک:

نماز فجرحضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجداحمدیہ نیروبی میں پڑھائی۔

29/اپریل کا دن جلسہ سالانہ کینیا کا دوسرا اور آخری دن تھا۔رات بھربارش کا پانی آجانے کی وجہ سے جلسہ گاہ جوسکول کے ایک کھلے ایریا میں تھا کے انتظامات متاثر ہوئے اوربعض جگہوں پر پانی کھڑا ہوگیا۔ شامیانوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ جلسہ میں شامل ہونے والے سات ہزار سے زائد احباب جماعت میں سے ایک بہت بڑی تعداد نے انتہائی صبر اورحوصلہ کے ساتھ ساری رات جاگ کر گزاردی۔حضورانور کی آمد سے ان کو جوخوشی نصیب ہوئی تھی یہ ساری تکلیف اور پریشانی اس میں دب کر رہ گئی۔ ہرایک کے چہرے پر خوشی ومسرت نمایاں تھی اورکسی ایک کے لب پربھی اس تکلیف اور پریشانی کے اظہار کے لئے کوئی لفظ نہ آیا۔ ہرایک اللہ کا شکرادا کرتے ہوئے اپنے ربّ کے حضور سجدہ ریز تھا کہ آج انہیں ان کے پیارے آقا کا دیدار نصیب ہوا ہے۔

حضورانور ایدہ اللہ کی ہدایت پرجلسہ کا پروگرام جلسہ گاہ سے احمدیہ مشن ہاؤس نیروبی منتقل کر دیا گیا۔ جہاں چند گھنٹوں کے اندر اندر مشن کے کھلے احاطہ میں شامیانے لگائے گئے MTA کی Live نشریات کا انتظام بھی متعلقہ کمپنی نے صبح سے آکر شروع کردیا۔ پہلے یہ سسٹم جلسہ گاہ میں تھا۔ نئے سرے سے انتہائی کم وقت میں تمام انتظامات عمدہ رنگ میں پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ جلسہ گاہ سے احباب جماعت قافلہ در قافلہ مشن ہاؤس پہنچے اور12:30 بجے مشن ہاؤس کے تمام ہالز، مسجد اور صحن اور پارکنگ ایریا احباب جماعت سے بھر چکے تھے۔ اور یوں سات ہزار سے زائد احباب نے مشن ہاؤس کے کمپلیکس میں مختلف مقامات پرنماز جمعہ ادا کی۔

خطبہ جمعہ

حضورانورایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک بجے خطبہ جمعہ ارشادفرمایا۔ یہ پہلا خطبہ جمعہ تھا جو کینیا کی سرزمین سے MTA کے ذریعہ دنیا بھرمیں Live نشرہوا۔(خطبہ جمعہ کا متن علیحدہ شائع کیا جا رہا ہے)۔خطبہ کے آخر پر حضور انور نے مکرم مولانا محمد احمد جلیل صاحب اور صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب کی وفات کا ذکرکرتے ہوئے ان دونوں مرحومین کا ذکرخیر فرمایا اور نماز جمعہ اور نمازعصر کی ادائیگی کے بعد مرحومین کی نمازجنازہ غائب پڑھائی۔

فیملی ملاقاتیں

پونے پانچ بجے حضورانور فیملی ملاقاتوں کے لئے اپنے دفتر تشریف لائے تو مشن کے احاطہ میں کثیر تعداد میں موجودلوگوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اوراپنے پیارے آقا کا دیدار کرتے رہے اورحضوراپنے ان پیاروں پرمحبت اور پیاراورشفقت بھری نظریں ڈالتے رہے۔ یہ بڑاایمان افروز نظارہ تھا۔

اس کے بعد حضورانور ایدہ اللہ نے دفتر میں تشریف لاکر ڈاک ملاحظہ فرمائی اور پھرفیملی ملاقاتیں شروع ہوئیں۔آج ملاقات کرنے والوں میں زمبابوے، بوٹسوانا اور ساؤتھ افریقہ سے آنے والے وفود شامل تھے۔ ان وفود کے علاوہ کینیا کی 16 فیملیز نے حضورانور سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ جب لوگ ملاقات کرکے باہر نکلتے توان کے چہرے خوشی ومسرت سے تمتمارہے ہوتے۔ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔خوشی سے ایک دوسرے کو ملتے اور گلے لگاتے ۔ملاقاتوں کے بعد ساڑھے سات بجے حضور انور نے مسجد احمدیہ نیروبی میں نمازمغرب وعشاء جمع کرکے پڑھائیں۔اس کے بعد حضورانوراپنی رہائشگاہ تشریف لے گئے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

بقیہ: نظام آسمانی کے قرآنی خدوخال
از صفحہ نمبر4

کی قدر کرنا چاہئے۔ کسی کی ذات کو نہ دیکھنا چاہئے۔

مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص خلافت پر اعتراض کرتا ہے۔ مَیں اسے کہتا ہوں کہ **اگر تم سچے اعتراض تلاش کر کے بھی میری ذات پر کرو گے تو خدا کی تم پر لعنت ہوگی اور تم تباہ ہو جاؤ گے۔ کیونکہ جس درجہ پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اس کے متعلق وہ غیرت رکھتا ہے۔**

دراصل اس مقام کی عزت کے لئے خدا تعالیٰ اس کے مخالفین کو تباہ کر دیتا ہے۔ دیکھو پہلے خلفاء پر لعنت کرنے والے خود کس طرح لعنتوں کے نیچے آ گئے۔ تم میں سے بھی اگر کوئی خلافت کی مخالفت کرے گا تو پکڑا جائے گا۔ انہی کو دیکھ لو جو سلسلہ سے الگ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے پہلے خلافت کا انکار کیا اور اس کے بعد اور مسائل نکالے اور آخر حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ کا بھی انکار کر دیا۔ جھگڑے اور اختلاف کے طور پر پہلا سوال خلافت کا ہی اٹھا ہے۔ مگر اس کی مخالفت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جنہوں نے صفحے کے صفحے حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں لکھے تھے جیسا کہ مولوی محمد علی صاحب۔ انہوں نے مسیح موعودؑ کو نبی قرار دیتے ہوئے ایسے القاب دئے جو خود بھی مسیح موعود نے اپنے متعلق نہیں لکھے۔ مگر خلافت کا انکار کرنے کے بعد انہوں نے ہی کہا کہ اگر مرزا صاحب کی تحریروں سے ان کا نبوت کا دعویٰ نکل آئے تو ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔ اور عملی طور پر تو انہوں نے چھوڑ ہی دیا ہے۔ یہی حال ان کے ساتھیوں کا ہے۔ یہ سب لوگ خلافت کا انکار کرنے کی وجہ سے جماعت سے نکل گئے۔ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کرے گا تو نکل جائے گا۔ اور مسیح موعودؑ کے سلسلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

پس اس بات کو خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ خلافت حَبْلُ اللّٰہ ہے اور ایسی رسّی ہے کہ اسی کو پکڑ کر تم ترقی کر سکتے ہو۔ اس کو جو چھوڑ دے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔ آج غیر احمدیوں کو دیکھ لو۔ تم ان سے بہت تھوڑے ہو۔ تمہارے دشمن ان کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ تمہیں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تم اگر حکومت کی خدمت وفاداری کے طور پر کرتے ہو تو وہ تمہیں خوشامدی سمجھتی ہے کہ تھوڑے ہیں، کچھ نہیں کر سکتے اس لئے وفادار بنتے ہیں۔ مگر تم دیکھو تمہارے دلوں میں کس قدر اطمینان ہے۔ اس لئے کہ تم سمجھتے ہو دنیا ہمارے مقابلہ میں کیا کر لے گی۔ اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کو دیکھو جو جتھے والے ہیں، مالدار ہیں، بہت تعداد رکھتے ہیں وہ کس طرح کانپ رہے ہیں۔ اس سے اندازہ لگا لو کہ تم پر خدا کا کتنا بڑا فضل ہے اور یہ فضل خلافت کی وجہ سے ہی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا﴾ مَیں ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا۔ اسی وعدہ کے مطابق خدا نے تمہارے خوف کو امن سے بدل دیا ہے۔ ورنہ تم چند لاکھ ہو کیا؟ اور وہ بھی غریب۔ پھر وہ جن کے مقابلہ میں سب لوگ کھڑے ہیں۔ پھر مقابلہ کرنے والے وہ جو لاکھوں نہیں کروڑوں ہیں اور وہ بھی ایسے جو دولتمند اور مالدار ہیں۔ اس صورت میں کیوں تمہارے دلوں میں اطمینان ہے اور تمہارے مخالف کانپ رہے ہیں۔ اسی لئے کہ تم دامنِ خلافت سے وابستہ ہو اور وہ خلافت کے منکر ہیں۔ اگر وہ بھی اس خلافت کو مانتے تو ان کے دل میں بھی امن ہوتا اور ان کا خوف بھی امن سے بدل جاتا۔ تم جب تک اس نعمت کی ناشکری نہ کرو گے تمہارا ہر خوف امن سے بدل جائے گا۔ لیکن اگر اس کو چھوڑ دو گے تو تمہارا امن بھی اسی طرح خوف سے بدل جائے گا جس طرح ان کا بدل گیا ہے جنہوں نے خلافت کو چھوڑ دیا ہے۔

(باقی آئندہ شمارہ میں)

اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ

مکرم سید منور شاہ صاحب مرحوم

(سید حنیف احمد ۔مبلغ سیرالیون)

میرے نانا جان مکرم سیّد منور شاہ صاحب جنہیں ہم شاہ جی کہتے تھے مدینہ سیّداں نزد شہر گجرات کے ایک معزز فوجی گھرانے میں 1896ء میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب سیّد کرم شاہ صاحب انڈین آرمی کے صوبیدار تھے۔ بڑے بھائی فوج میں تھے اور خود بھی جوان ہونے پر آرمی میں بھرتی ہو گئے۔ تاہم جنگِ عظیم اوّل کے بعد خرابیٔ صحت کی بنا پر ڈسچارج لے لیا اور 1921ء میں چک نمبر 116 جنوبی ضلع سرگودھا تشریف لے آئے جہاں بڑے بھائی سیّد مہر شاہ صاحب نمبردار زرعی اراضی سنبھالے ہوئے تھے۔ ان سے قبل دو سید احمدی گھرانے آباد تھے جو معین الدین پور سیداں ضلع گجرات سے نقل مکانی کر کے آئے تھے اور حضرت سید قاسم شاہ صاحب ریٹائرڈ صوبیدار صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد تھے۔ آپ کی دوستی سید اصغر علی صاحب سے ہو گئی۔ اراضی ایک دوسرے سے ملحق تھی۔ ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے کا کافی وقت مل جاتا تھا۔ اور سید اصغر علی صاحب کو تبلیغ کا جنون تھا جس کا مظاہرہ سید منور شاہ صاحب کے ساتھ بھی ہوتا رہتا تھا۔ سید منور شاہ صاحب شیعہ عقائد رکھتے تھے اور زنجیر زَنی بھی کرتے تھے تاہم دلیل کو قبول بھی کرتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد نمایاں تبدیلی ہوئی اور کہنے لگے ”یار اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو مجھے اپنی طرف مائل کر لیں“۔

یہ بات سن کر سید اصغر علی صاحب کہنے لگے کہ آپ نماز تہجد میرے ساتھ ادا کیا کریں اور دعائیں کریں اللہ رہنمائی کرے گا۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ جب نماز تہجد کیلئے آئے تو یہ خواب سنایا ”آپ بہت سے دوسرے لوگوں کے ہمراہ ایک کشتی پر سوار ہیں ایک نہایت پاک صورت بزرگ پگڑی پہنے فرماتے ہیں نماز کا وقت ہو گیا ہے وضو کر لیں۔ اُن کا یہ فرمانا تھا کہ کشتی یکدم نیچے ہو گئی اور تمام لوگوں نے بسہولت وضو کر لیا۔ اور اُس بزرگ کی امامت میں نماز ادا کی۔“

اس کے بعد نیند سے بیدار ہو گئے۔ خواب سن کر سید اصغر علی صاحب انہیں گھر کے اندر لے گئے اور سیدنا مسیح پاک علیہ السلام کی تصویر دکھلائی۔ تصویر دیکھ کر بے ساختہ پکار اُٹھے یہی تو وہ بزرگ ہیں۔ تب سید اصغر علی صاحب نے بتلایا کہ یہ حضرت مرزا صاحب کی تصویر ہے۔ آپ اسی وقت احمدی ہو گئے تاہم باقاعدہ بیعت اس سال (1927ء) جلسہ سالانہ پر جا کر کی۔

جب بیعت کر کے واپس آئے تو ایک شور مچ گیا کہ نمبردار کا بھائی قادیانی ہو گیا ہے۔ حُقّہ پانی بند کرنے کی تجاویز سوچی گئیں۔ بھائی نے بھی سمجھایا لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ تو کوئی اور ہی وجود ہے۔ اس پر انہوں نے اعلان کیا کہ اگر تم لوگ بات چیت کرو تو میں تمہارے ساتھ بیٹھا ہوں لیکن اگر ڈنڈے کی بات کرنی ہے تو مَیں بھائی کے ساتھ ہوں۔ اس پر ایک لمبا سلسلہ بحث مباحثہ کا چل نکلا۔ شیعہ، سنی ہر گروہ کے مولوی بُلائے گئے اور بعض اوقات قادیان شریف سے بھی علماء آئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دو اور گھرانے احمدی ہو گئے۔ اس پر مخالفین نے خود ہی یہ سلسلہ بند کر دیا۔ ہر سال جلسہ سالانہ پر جاتے اور جب مرکز سلسلہ ربوہ منتقل ہو گیا تو پھر اکثر ربوہ جا کر نماز جمعہ خلیفۂ وقت کے پیچھے ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور جب آپ کے بڑے صاحبزادے مکرم کرنل (ر) طالب حسین صاحب نے بچوں کی تعلیم کی خاطر ربوہ رہائش اختیار کی تو آپ کا اکثر وقت ربوہ میں گزرنے لگا۔ اس عرصہ میں بھی گاؤں سے غافل نہ رہے۔ احمدی احباب کیلئے مرکز کی ضرورت تھی۔ جگہ خرید کر مسجد تعمیر کی۔

تقسیم ملک کے وقت بٹالہ کے علاقہ سے ایک احمدی خاندان اس گاؤں میں آ کر آباد ہوا۔ ان کی یہاں کوئی رشتہ داری تھی نہ کاروبار کیلئے سرمایہ تھا۔ انہوں نے کسی سے مدد لینا گوارا نہ کیا اور سقّہ گری کا کام شروع کر دیا۔ آپ کی اہلیہ جو شروع سے ہی احمدی تھیں نے اُس گھر کی عورت کو دوپٹہ بدل بہن بنا لیا۔ اور پھر دیکھا گیا کہ اُن کا سلوک ہمیشہ سگی بہنوں جیسا رہا بلکہ ان کی اولاد اب تک اُن کو خالہ کہہ کر بُلاتی ہے۔ فصل گھر آنے پر اوّل چندہ ادا کرتے اور پھر دوسرے کاموں کیلئے رقم الگ کرتے۔ ایک لمبا عرصہ صدر جماعت احمدیہ رہے اور بڑی مستعدی سے اپنے فرائض ادا کرتے خطبہ پنجابی زبان میں دیتے اور انداز باہمی بات چیت کا سا ہوتا۔ کوشش کرتے کہ حضرت صاحب کا خطبہ ہی سنایا جائے۔ دنیاوی لحاظ سے اَن پڑھ تھے تاہم قرآن کریم کی برکت سے اُردو پڑھ لکھ سکتے تھے۔

احمدی ہونے کی دو بڑی نمایاں برکتیں اُن کو حاصل ہوئیں:۔

اوّل۔ بیعت کے فوراً بعد سید اصغر علی صاحب سے قرآن کریم کا ترجمہ سیکھا۔

دوم۔ حُقّہ جیسی بد عادت سے ہمیشہ کیلئے چھٹکارا ہو گیا۔ اور سب سے بڑھ کر تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے کی سعادت ملی۔

خلفاء وقت کا بہت احترام تھا۔ احمدی احباب سے خاص محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ سرگودھا میں نمایاں تعلقات محترم عبدالسمیع نون صاحب سے تھے۔ نون صاحب بھی سید منور صاحب کا بہت اکرام کرتے تھے۔

آپ کی خواہش تھی کہ دو بیٹے ہیں ایک کو دین کے کاموں میں لگا دیا جاوے۔ اس غرض کیلئے چھوٹے بیٹے کو قادیان شریف بھیجا لیکن وہ پڑھ نہ سکا۔ تاہم سید منور شاہ صاحب کی خواہش کو اللہ تعالیٰ نے اس رنگ میں پورا فرما دیا کہ بڑے بیٹے طالب حسین صاحب کو فوج سے فراغت کے بعد ڈنمارک میں نائب امیر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ نیز یہ عاجز اُن کا نواسہ عرصہ 5 سال سے افریقہ میں خدمتِ دین بجا لانے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو اُن کی قربانیوں کے طفیل ہمیں عطا ہوا۔ مکرم سید منور شاہ صاحب ستاسی سال (87) کی ایک مثالی زندگی گزار کر اگست 1985ء میں خدا کے حضور حاضر ہو گئے۔

آپ کے جنازہ کے ساتھ ایک کثیر تعداد غیر احمدی رشتہ داروں کی ربوہ آئی جو ویسے کسی حال میں ربوہ آنا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ دارالضیافت اور دیگر دفاتر کا نظام اور کام دیکھ کر حیران رہ گئے اور ایک صاحب جو مالی لحاظ سے بہت اونچے تھے وہ کہنے لگے اس کا سارا بل مَیں ادا کروں گا۔ لیکن جب اُن کو پتہ لگا کہ یہ سارا انتظام جماعت کی طرف سے ہے اور کوئی ادائیگی نہیں کی جائے گی تو کتنی ہی دیر وہ بات ہی نہ کر سکے اور پھر کہا دنیا میں تو ایسا ممکن نہیں۔ مکرم سید منور شاہ صاحب بوجہ موصی ہونے کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہیں۔ اللہ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کا سلسلہ ان کی نسلوں میں ہمیشہ قائم رہے۔ (آمین)

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
شریف جیولرز ۔ ربوہ
☆ ریلوے روڈ: 0092 4524 214750
☆ اقصیٰ روڈ: 0092 4524 212515
SHARIF JEWELLERS
RABWAH - PAKISTAN

محترم سیٹھ اسحاق عثمان میمن صاحب (مرحوم)

(برھان احمد ظفر۔ ناظر نشرو اشاعت۔ قادیان)

آپ کے والد صاحب کا نام سیٹھ عثمان یعقوب میمن تھا۔ آپ کے والد صاحب نے جماعت کی مالی مدد بھی خوب کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کی ایمانداری کو پھل لگائے۔ دنیا بھی خوب کمائی اور دین بھی۔ اس لئے یہ خاندان سیٹھ کے نام سے ہی جانا جاتا ہے۔ محترم اسحاق عثمان صاحب کے ساتھ جب بھی کسی جگہ جانے کا موقعہ نصیب ہوا تو ہر انسان کو یہی کہتے ہوئے سنا کہ ’آیئے سیٹھ صاحب‘۔ عام طور پر سیٹھ جن کے ساتھ لگا ہو ان میں دولت کا خمار بھی کبھی دکھائی دے ہی جاتا ہے۔ لیکن آپ میں عاجزی، انکساری، ملنساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور ہر آدمی آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔

آپ کا خاندان ہندوستان کے علاقہ گجرات کے شہر دوارکا سے آٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ایک گاؤں دراستویل نامی سے تھا۔ آپ کا خاندان میمن قوم سے تعلق رکھتا تھا جو کہ ہندوؤں کی لوہانہ قوم سے ہے۔ اگرچہ یہاں کے لوگوں نے اسلام تو قبول کر لیا تھا لیکن ہندوؤں کے رسم و رواج اس قوم میں ویسے ہی رائج تھے۔ آپ کے والد صاحب کے متعلق ذکر آتا ہے کہ باوجود اس کے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے پھر بھی اسلام کی حقیقت کو جاننے اور سمجھنے کا بے حد شوق تھا۔ اس لئے آپ کے والد صاحب اکثر علماء سے بحث و تکرار کرتے رہتے۔ جس زمانہ میں آپ کے والد صاحب جوانی میں قدم رکھ رہے تھے اس وقت آپ کے والد وہاں کی ایک مسجد کے امام جن کو پیر صاحب کہا جاتا تھا اور جو صوم و صلوٰۃ کے پابند اور بہت دیندار تھے، ان سے بھی پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ وہی زمانہ تھا جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ فرمایا ہوا تھا۔ یہ پیر صاحب جن کا اصلی نام سید علی میاں تھا یہ حکیم بھی تھے اور اکثر اپنی ادویات وغیرہ لینے کی غرض سے دہلی اور لاہور جایا کرتے تھے۔ ۱۹۰۸ء کی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال لاہور میں ہو گیا جس کا بہت چرچا تھا اور اخبارات بھی اس سلسلہ میں بہت کچھ لکھ رہے تھے۔ اس میں پیر صاحب بھی بہت دلچسپی لے رہے تھے۔ جب وہ سفر سے واپس آئے تو لوگوں نے جس طرح عام رواج تھا یہاں کا حال احوال جاننے کے لئے ان سے بات کی تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تذکرہ بعد نماز مغرب مسجد ہی میں کیا۔ اس پر آپ کے والد صاحب نے مزید استفسار فرمایا تو پیر صاحب نے آپ کے دعویٰ مسیحیت پر روشنی ڈالتے ہوئے احادیث وغیرہ کا حوالہ پیش فرمایا اور بتایا کہ زمانہ بھی وہی ہے اور نشانات اور علامات بھی پوری ہو چکی ہیں۔ ان پر یقین کر لینا چاہئے اور اُن پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس پر آپ کے والد صاحب نے فرمایا کہ اس مسیح کی صداقت کو کس طرح پرکھا جائے۔ اس پر پیر صاحب نے نہایت ہی سادگی سے فرمایا کہ اللہ کی قائم کردہ سنت ہے جس سے ہر نبی کی شناخت دنیا میں ہوتی رہی ہے اور وہ سنت کبھی بدلتی نہیں۔ اس ضمن میں دو باتیں بہت اہم ہیں۔

اوّل: دعویٰ کرنے والے کا ماضی بے داغ ہو اور اس کی زندگی پرہیزگاری اور اعمال صالحہ میں گزری ہو۔

دوم: اس کی پیش کردہ تعلیم۔ اگر وہ شخص قرآن مجید اور سنت رسولؐ پر قائم ہے اور اس کی طرف بلاتا ہے تو وہ سچا انسان ہے۔

کہتے تھے کہ میرے والد صاحب نے یہ بات سن کہ پیر صاحب سے کہا کہ آپ اگر سچا مانتے ہیں تو پھر قبول کیوں نہیں کرتے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر ستّر سال کی ہو گئی ہے۔ اہل و عیال کا بوجھ مجھ پر ہے پیری کا وارث ہوں۔ میرے لئے ایسا بوجھ برداشت کرنا مشکل ہے۔ تم ابھی بچے ہو اس بوجھ کو اٹھا سکتے ہو اس پر خوب غور کر کے قدم اٹھانا۔ انشاء اللہ تمہاری مراد پوری ہوگی۔

محترم اسحاق عثمان صاحب بتاتے تھے کہ میرے والد صاحب اس کے بعد ہمیشہ ہی معلومات حاصل کرتے اور لوگوں کو پوچھتے رہتے لیکن برادری کے لوگوں کو یہ بہت بُرا لگا اور وہ میرے دادا کو ہمیشہ ہی اس بات کی شکایت کرتے۔ آخر معاملہ یہاں تک بڑھا کہ ہمارے دادا نے والد صاحب کو نیروبی بھیجنے کا پروگرام بنایا اور والد صاحب نیروبی چلے گئے۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے نیروبی میں جماعت احمدیہ قائم تھی۔ وہاں جا کر بھی والد صاحب کی جستجو جاری رہی۔ آخر ایک ایسا دن بھی آیا کہ نیروبی کے احمدی احباب سے آپ کی ملاقات ہوگئی اور عین جوانی کے عالم میں والد صاحب کو بیعت کر کے جماعت میں شمولیت کی توفیق ملی۔ اس طرح احمدیت اس خاندان میں داخل ہوئی۔

محترم اسحاق عثمان صاحب نے ایک عرصہ تک اپنی زندگی نیروبی میں گزاری اور وہاں کی یادیں ہمیشہ آپ کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی تھیں۔ اور جب کبھی اُن کے پاس بیٹھتے تو وہ ہمیشہ ہی ایمان افروز واقعات بیان کیا کرتے۔ آپ اپنے والد کی اولاد سے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ کی شادی نیروبی ہی کے حیات خاندان میں ہوئی جو کہ بڑا ہی مخلص خاندان ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی مجالس عرفانؒ میں اکثر سوالات کرنے والے محترم بشیر حیات صاحب بچوں کے ماموں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بچوں سے نوازا۔ ایک لڑکا جس کا نام محترم نعیم عثمان میمن اور بیٹی طاہرہ بیگم۔

آپ افریقہ سے ہجرت کر کے لندن تشریف لے آئے اور یہاں پر بھی تجارت شروع کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تجارت میں غیر معمولی برکت عطا کی۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے کس شخص سے کون سی خدمت لینی ہے۔ آپ ایک تاجر آدمی تھے بات صرف اتنی تھی کہ خاندانی لحاظ سے گجراتی تھے اور گجراتی زبان سے واقف بھی تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کرنے کی تحریک فرمائی تو گجراتی زبان کے لئے حضورؒ کی نظر آپ پر پڑی۔ آپ بتاتے تھے کہ ایک دن حضور نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ عثمان صاحب آپ نے گجراتی زبان میں قرآن کا ترجمہ کرنا ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میرے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی کہ میں جاہل ایک تاجر آدمی جس کو ادب سے کوئی واقفیت بھی نہیں اس کو حضور کہہ رہے ہیں کہ قرآن کا ترجمہ کرنا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے کہا حضور یہ کام میرے سے نہ ہوگا، بہت مشکل کام ہے۔ اس پر حضور نے پھر فرمایا کہ نہیں آپ ہی یہ کام کریں گے اور ضرور ہوگا۔ اس پر مَیں نے پھر یہی کہا کہ حضور یہ میرا کام نہیں ہے کہ مَیں کر سکوں یہ کام کسی اور کے سپرد کریں۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں زیادہ جانتا ہوں یا آپ جانتے ہیں۔ مَیں کہہ رہا ہوں کہ آپ کر سکتے ہیں اس لئے آپ یہ کام شروع کر دیں۔ کہتے ہیں کہ اس پر پھر میری کیا مجال تھی کہ مَیں کچھ کہتا بس سیدھا اٹھا اور دُعا کرتا ہوا واپس آ گیا۔

آپ نے قرآن کریم کا گجراتی میں ترجمہ کرنا شروع کیا اور حضور انور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دُعاؤں کی بدولت اس کام کو بہتر سے بہتر کرتے چلے گئے۔ آپ نے حضور انورؒ کے ارشاد گرامی پر اس قدر تیزی سے کام کیا کہ ایک سال کے اندر اندر آپ نے پورے قرآن کا ترجمہ مکمل کر لیا اور حضور انورؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

حضور نے ترجمہ کو دیکھ کر فرمایا کہ مَیں نہیں کہتا تھا کہ آپ کر سکتے ہیں۔ اس پر عثمان صاحب نے فرمایا یہ تو حضور کی دُعاؤں کا پھل ہے کہ ایک جاہل سے یہ کام لے لیا اور یہ بات کسی معجزہ سے کم نہیں۔

دوسرا مرحلہ اس کی ٹائپ سیٹنگ کا آیا اگرچہ اس کی ٹائپ سیٹنگ کمپیوٹر پر ہونے لگ گئی تھی لیکن لندن میں اس کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا اور جہاں پر کام ہوتا تھا اس کا معاوضہ بہت زیادہ تھا۔ اس پر محترم اسحاق عثمان صاحب نے حضور انورؒ کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ یہ کام بمبئی سے کروایا جائے۔ اس کام کے لئے سارا رابطہ ہی مکرم سید شہاب احمد صاحب کے ساتھ رہا اور جب عثمان صاحب کے آنے کی باری آئی تو مجھے ایک دن بارہ بجے کے قریب شہاب صاحب کا فون آیا کہ ایک دوست مکرم اسحاق عثمان صاحب لندن سے آ رہے ہیں ان کی فلائٹ دو بجے بمبئی ایئر پورٹ پر آئے گی آپ فوراً چلے جائیں۔ مَیں اس وقت وہاں بطور مبلغ متعین تھا۔ مشن سے ائر پورٹ کا راستہ ہی ڈیڑھ گھنٹہ کا تھا۔ چنانچہ خاکسار اُن کو لینے کے لئے نکل پڑا۔

مَیں نہ ان کو جانتا تھا اور نہ ہی وہ مجھے جانتے تھے۔ مَیں باہر گیٹ پر کھڑا انتظار کر رہا تھا اور سب مسافروں پر نظر دوڑاتا جاتا لیکن آخر ایک شخص پر نظر یوں ہی جم گئی۔ جب وہ میرے قریب آئے تو وہ بھی مجھے ہی دیکھ رہے تھے۔ بس یہ ایک تعلق روحانی تھا کہ ایک دوسرے کو اپنی طرف راغب کر رہا تھا۔ قریب آ کر موصوف نے فرمایا: ’شہاب صاحب‘۔ مَیں نے کہا: نہیں مَیں برہان ہوں۔ ’’شہاب صاحب‘‘ تو نہیں آئے مَیں آیا ہوں۔ پھر کیا تھا بغل گیر ہوئے۔ اُن کے ساتھ ان کے بھائی کا ایک بیٹا بھی تھا اُن کو لے کر مشن آ گیا۔

مشن کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہاں ان کی رہائش کا انتظام ہو سکے۔ چنانچہ ایک دوسری جگہ انتظام ہوا۔ ترجمہ قرآن مجید ٹائپ کروانے کا معاملہ آیا تو مجھے ہر جگہ ان کے ساتھ جانے کا موقعہ حاصل ہوا۔ کہاں لندن اور کہاں ہندوستان وہ بھی بمبئی شہر جہاں بھیڑ ہی بھیڑ دکھائی دیتی ہے۔ ہم تو بسوں اور ٹرینوں پر جانے کے عادی تھے ہمیں ٹیکسی کی اجازت بھی نہ تھی۔ مَیں نے اپنی روٹین سے ان کو بس میں سوار کیا اور لے چلا۔ جب دھکم پیل میں ہم اوپر چڑھے نیچے اُترے تو فرمانے لگے بھئی آئندہ بس میں نہ جاؤں گا۔ خیر دوسری مرتبہ سوچا کہ چلو ٹرین سے لے چلیں۔ ٹرین کا مسئلہ تو ایسا ہے کہ بس دروازے کے پاس کھڑے ہو جاؤ تو لوگ خود ہی دھکہ دے کر اندر لے جائیں گے۔ اور باہر نکلنا ہو تو کوشش کر کے بس دروازے تک پہنچ جائیں گاڑی کھڑی ہوتے ہی آپ گاڑی سے باہر ہوں گے۔ پر بمبئی کا ٹرین کا سفر تھا۔ ایک ہی سفر کیا تو فرمانے لگے میں تو آئندہ ٹرین سے بھی نہ جاؤں گا۔ پھر آپ ٹیکسی پر ہی آنا جانا کرتے تھے۔ ایک ماہ بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔

قرآن کریم کے علاوہ ’اسلامی اصول کی فلاسفی‘ کے دو تراجم بھی آپ نے کئے۔ ایک مسلم اصطلاحات کے ساتھ اور دوسرا ہندو اصطلاحات والا۔ دونوں شائع ہوئے۔ پھر ’پیغام صلح‘، ’شری کرشن کلکی اوتار اور ایک انتباہ‘، ’اسلام کو سنگین خطرہ‘، ’نبیوں کا سردار‘، ’خاتم النبیین‘، ’ابن مریم کی وفات‘ وغیرہ کتب کا بھی گجراتی زبان میں ترجمہ کرنے کی آپ کو سعادت حاصل ہوئی۔

آپ جماعت کے شیدائی تھے جماعتی کاموں کو بڑی دلچسپی سے کیا کرتے اور کبھی کسی خدمت سے انکار نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اولاد کو بھی خدا تعالیٰ نے دین کی بہترین خدمت کی توفیق عطا کی۔ محترم نعیم عثمان میمن مرحوم سے کون واقف نہیں۔ وہ اسی خادم اسلام و احمدیت کے بیٹے تھے۔ انہوں نے بھی اپنے والد محترم کی طرح اپنے آپ کو جماعت کے لئے گویا وقف کر چھوڑا تھا۔ آپ کی کتب

"Ahmadiyyat or Qadianism"، Islam or Apostacy

(Three in One) ’’تھری ان ون‘‘

خاص طور پر معروف ہیں۔ آپ اکثر مخالفین احمدیت کے جواب دیا کرتے تھے۔ جب کبھی ان کے گھر جانے کا موقعہ ملا آپ کو کتابوں میں گھرا ہوا ہی دیکھا۔

محترم اسحاق عثمان صاحب کو بڑے بڑے صدمے پہنچے لیکن آپ نے سب کو برضائے الٰہی صبر سے برداشت کیا۔ اُن صدموں میں ایک صدمہ آپ

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements such as Immigration & Nationality, Conveyancing & Employment, Welfare Benefits, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings,, Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

کے اس ہونہار اور خادم دین بیٹے کا تھا جو کہ عین جوانی ہی میں آپ کو داغ مفارقت دے گیا اور اپنے پیچھے تین بچے اور جوان بیوی کو چھوڑ گیا۔ ان کی تمام تر ذمہ داری آپ ہی کے کندھوں پر آ گئی۔ لیکن آپ نے کبھی بھی ان کو بوجھ نہ جانا بلکہ بڑے پیار سے بچوں کی تربیت کی۔

۱۹۸۹ء میں خاکسار کو لندن جانے کا موقعہ حاصل ہوا۔ حضور سے خاص ملاقات ہوئی تو مکرم اسحاق عثمان صاحب کا بھی ذکر ہوا۔ مشن کی بلڈنگ تو نہایت خستہ حال تھی عثمان صاحب فوٹو بھی ساتھ لے کر گئے تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ عثمان صاحب پھر آ رہے ہیں کہاں ٹھہراؤ گے۔ مَیں نے ساری حقیقت بیان کر دی اور بتا دیا کہ اگر باتھ روم لیٹرین وغیرہ صحیح ہو جائے تو پھر میرے پاس رہیں دقت نہ ہوگی۔ حضورؒ نے اُسی وقت ممبئی مشن میں کام کروانے کے بجٹ کی منظوری عنایت فرمائی۔

مشن کا کام مکمل ہو جانے کے ایک ماہ بعد ہی آپ دوبارہ ممبئی تشریف لے آئے۔ ٹائپ سیٹنگ کا کام شروع ہوا موصوف پروف ریڈنگ کرتے ہمیں ساتھ بیٹھتا۔ میرا تو کام کم ہی تھا لیکن آپ یقین کریں کہ عثمان صاحب مرحوم بیس بیس گھنٹے کام کرتے تھے۔ کھانا بھی اچھا نہ مل پاتا بیمار بھی تھے۔ جب پروف ریڈنگ کا کام مکمل ہوا تو خاکسار نے پیسٹنگ کا کام شروع کیا۔ مَیں پیسٹ کرتا تو موصوف چیک کرتے اس طرح صرف دو ماہ میں کام مکمل ہو گیا۔ الحمدللہ اور اسی سال ہی یعنی 1990ء میں قرآن مجید لندن سے شائع ہو گیا۔

آپ کے چھوٹے بھائی جن کا نام ستار عثمان میمن تھا پہلے ان کی اہلیہ کی وفات ہو گئی۔ پھر چند سال بعد ہی بھائی بھی وفات پا گئے ان کے بھی تین بچے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ان بچوں سے بھی نہایت مشفقانہ سلوک کیا کرتے تھے اور ہمیشہ خیال رکھتے۔

والدین کی خدمت نصیب کی باتیں ہیں آپ کے والد صاحب کی وفات تو بہت پہلے ہو گئی تھی۔ لیکن آپ کی والدہ نے بڑی لمبی عمر پائی۔ اور آخری عمر میں محترم اسحاق عثمان صاحب مرحوم کے گھر پر ہی زندگی گزاری۔ آپ کی والدہ نہایت درجہ مخلص اور صالحہ خاتون تھیں۔ ان کی وفات بھی آپ ہی کے گھر ہوئی۔

کہتے ہیں صدمات انسان کو بوڑھا کر دیتے ہیں۔ صحیح بات ہے۔ لیکن آپ نے سب صدمات برداشت کئے اور کبھی بھی کسی مرحلہ پر بھی، کسی قسم کے شکوہ کا اظہار آپ کی زبان سے یا چہرہ سے دکھائی نہ دیتا تھا۔ جب بھی ملاقات ہوئی حال احوال پوچھتے تو بس ایک ہی جملہ زبان پر ہوتا ''شکر الحمدللہ''۔

آپ اس قدر مہمان نواز تھے کہ جو بھی آپ کے گھر آتا اس کی خاطر و تواضع کئے بنا اُسے گھر سے کبھی نہ جانے دیتے۔ یہی صفت آگے آپ کی اولاد میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ موصوف کی میرے ساتھ بڑی ہی بے تکلفی تھی میں جب بھی لندن جاتا تو مجھے کہتے مَیں نے آپ کے لئے کام رکھا ہوا ہے کر کے جانا ہے۔ کام بھی بڑا معمولی ہوتا چونکہ خود ہاتھ سے کام کرنے کے عادی تھے مجھے بھی ساتھ لگا لیتے۔ چلو رنگ کریں، چلو میٹ بچھا دیں، چلو پلستر کر دیں وغیرہ۔ تکلف بالکل نہ کرتے تھے پھر اُن کی صفات میں یہ بات بھی داخل تھی کہ ہر بات جو سلسلہ کے مفاد کے خلاف ہو وہ منہ پر بول دیتے۔ کبھی بھی شرم نہ کھاتے تھے اور نہ ہی یہ خوف کہ دوسرا مجھے کیا کہے گا۔ آپ جس دفتر میں بھی جاتے لوگ بڑی عزت سے پیش آتے اور کھڑے ہو جاتے تھے۔ آپ کے چہرہ پر ہمیشہ ہنسی رہتی مذاق بھی خوب کر لیا کرتے تھے۔ اکاؤنٹ دفتر میں بڑی دیر تک خدمت کرتے رہے پھر جلسہ سالانہ کے دنوں میں رجسٹریشن میں ڈیوٹی ہوا کرتی تھی بڑے محنتی اور جفاکش انسان تھے۔

خاکسار اس مرتبہ بھی جب اُن سے ملاقات کے لئے گیا جبکہ آپ کو کینسر ہو چکا تھا اور علاج جاری تھا تو یہی فرمانے لگے مجھے منوسمرتی گجراتی بھیجو۔ مَیں نے ایک مضمون ہندوؤں کے تعلق سے تیار کرنا ہے گویا کہ آخری سانس تک خدمت دین کا شوق اور جذبہ تھا۔ اللہ کرے یہ شوق و جذبہ آپ کی اولاد میں بھی قائم رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے افراد جماعت کو یہ تحریک فرمائی کہ وہ اپنے بزرگوں کی قربانیوں کے حالات جمع کریں تو آپ نے اپنی بڑی بہن امینہ عثمان میمن صاحبہ کو اس طرف توجہ دلائی۔ جو بھی حالات انہوں نے جمع کئے وہ خاکسار کو دیئے کہ میں اُن کو ٹھیک طرح مرتب کر دوں۔ چنانچہ ان کی خواہش پر خاکسار کو اُن کے والد صاحب کے ایمان افروز واقعات مرتب کرنے کی بھی توفیق حاصل ہوئی جو کہ کتابی صورت میں شائع ہوئے۔ ہمیشہ ہی اس کتاب کا ذکر کیا کرتے اور خواہش ظاہر کرتے کہ کچھ اور بھی بتاؤں گا اس کو بھی آئندہ کی اشاعت میں شامل اشاعت کرنا ہے۔ لیکن اللہ کو یہ بات منظور نہ ہوئی اور آپ ایک سال کی لمبی بیماری کے بعد لندن میں دسمبر 2004ء میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ محترم سیٹھ اسحاق عثمان صاحب کو غریق رحمت کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے اور ان کے نمونہ پر چلتے ہوئے ان کے لئے صدقہ جاریہ بننے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔ ❁❁❁❁❁❁

واقعہٴ صلیب پر تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر مرنے سے بچ گئے تھے

حضرت عیسیٰ ؑ کی قبر یُوز آسف کے نام سے سری نگر کشمیر میں واقع ہے

جرمن ٹیلی ویژن RTL-2 کی 31؍مارچ 2005ء کی نشریات میں قبر عیسیٰ ؑ پر رات گیارہ بج کر پچپن منٹ پر دکھائے جانے والے تحقیقی پروگرام کی رپورٹ

جرمنی کے شمال میں واقع Gottingen شہر کی مشہور یونیورسٹی Gottingen - University کے مذہبی علوم کے ماہر Theologian پروفیسر Mr. Gerd Ludemann کی تحقیقی رپورٹ جو جرمن ٹیلی ویژن RTL-2 کی 31؍مارچ 2005ء کی نشریات میں رات گیارہ بج کر پچپن منٹ پر پیش کی گئی۔ الفضل انٹرنیشنل کے قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں اس کا خلاصہ اردو میں پیش ہے۔

اس مختصر رپورٹ میں کہا گیا کہ بائبل کا بیان کہ عیسیٰؑ خدا کا بیٹا تھے اور وہ آسمان پر چلے گئے، تحقیق سے یہ بیان مشکوک ثابت ہوا ہے۔ عیسیٰ ؑ صلیب سے زندہ بچنے کے بعد، انڈیا چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہوئے۔

اسی طرح اس میں کہا گیا کہ آج سے دو ہزار سال پہلے یوروپ سے لے کر فلسطین تک رُومی حکومت تھی (فلم میں فلسطین کے لوگوں کا اس وقت کا رہن سہن دکھایا گیا۔ مثلاً کھیتی باڑی اور مستری وغیرہ کا پیشہ)۔ اس زمانہ کی قبروں کی کھدائی سے پتہ چلا ہے کہ اس وقت فلسطین میں لوگ سَر کے بال چھوٹے سائز کے رکھا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کے سر کے بال بھی چھوٹے سائز کے تھے جیسا کہ ایک مجسمہ دکھا کر حضرت عیسیٰؑ کے سر کے بال گھونگریالے، چھوٹے سائز کے دکھائے گئے ہیں۔ آج کل عیسائی گرجا میں حضرت عیسیٰ ؑ کو لمبے بالوں والا آدمی بنا کر دکھایا جاتا ہے لیکن یہ غلط ہے۔

اس پروگرام میں بتایا گیا کہ یہ بات کہ حضرت عیسیٰؑ یہودیوں کے عبادت خانوں میں جا کر بدتمیزی کرتے تھے اور معبد کی چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکتے تھے، یہ بات بھی غلط ہے۔ جبکہ مسیحؑ لوگوں میں چل پھر کر انہیں تبلیغ کرتے تھے اور بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ کے وقت رُومی حکومت کی طرف سے فلسطین کا حاکم پیلاطوس تھا۔ یہودیوں نے پیلاطوس کے سامنے شکایت کی کہ مسیح سلطنت کا باغی ہے۔ یہودی علماء کو مسیح کی تبلیغ پر غصّہ آتا تھا۔

یہودا اسکریوطی کی نشاندہی پر عیسیٰؑ کو گرفتار کیا گیا۔ رومی حکومت کے حکم سے مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ مگر واقعہ صلیب پر 1968 عیسوی سے جاری تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ مسیح صلیب پر مرنے سے بچ گئے تھے۔

ایک امریکن محقق نے واقعہٴ صلیب کی طرز پر ایک رضا کار شخص کو (مصنوعی) صلیب پر لٹکا کر دیکھا ہے اور اس مصلوب کے دل کی دھڑکن کو ECG آلہ سے چیک کیا ہے۔ دل کی دھڑکن تھوڑی تیز مگر تسلی بخش دکھائی گئی ہے۔ اس طریق پر مصلوب کو مرنے کے لئے کئی دن درکار ہوتے تھے کیونکہ مصلوب کے پاؤں میں کیل ٹھونک کر رسی سے باندھ دئے جاتے تھے جس سے مصلوب کو تکلیف کے ساتھ ہی مگر کھڑے ہونے کی مدد مل جاتی تھی۔ اور مصلوب کو سانس آسانی سے آتی رہتی تھی۔ اگر مصلوب کو محض ہاتھ میں کیل ٹھونک کر لٹکا دیا جاتا اور پاؤں کھلے چھوڑے دئے جاتے تو سارے جسم کا بوجھ بازوؤں پر پڑتا اور پھیپھڑوں پر کھچاؤ ہوتا اور سانس آنے میں مشکل پیش آتی اور مصلوب جلدی مر جاتا۔ مگر اس زمانہ میں ایسا نہیں ہوتا تھا بلکہ مصلوب کو تکلیف دے کر مارا جاتا تھا اور اس کا سانس جاری رکھنے کے لئے اس کے پاؤں کیل ٹھونک کر نیچے سے سپورٹ دے کر کھڑا کیا جاتا تھا۔ یہی حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہوا۔ اس طرح سے مصلوب کئی روز تک تکلیف سے صلیب پر کھڑا رہ کر اور لٹکا رہ کر جان دیتا تھا۔

لیکن بائبل سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ تین سے چھ گھنٹے تک صلیب پر لٹکے رہے اور یہ عرصہ ان کے صلیب پر مرنے کے لئے کافی نہیں تھا۔ صلیب پر رومی سپاہی مسیح کو سرکہ اسپنج پر لگا کر پلاتے رہے۔ صلیب سے مسیح کو زندہ اتارا گیا۔ پھر انہیں یوسف آرمتیا کے سپرد کر دیا گیا جو خفیہ طور پر مسیح کا شاگرد تھا۔ یوسف آرمتیا نے مسیح کو ایک غار میں رکھ کر علاج کیا۔ ایک مرہم ان کے جسم پر لگائی۔ اس مرہم میں ٹینڈے کی طرز کا ایک پھل استعمال کیا گیا جو اس فلم میں دکھایا گیا۔ صلیب سے زندہ بچنے کے بعد مسیح مغرب کی طرف تو جا نہیں سکتے تھے کیونکہ وہاں رومی حکومت تھی جس سے مسیح کو خطرہ تھا۔ لہذا مسیح نے مشرق کی طرف انڈیا کا سفر اختیار کیا۔ مسیح فلسطین سے کشمیر (انڈیا) گئے۔ کشمیر (انڈیا) میں اب بھی ایک قبیلہ ہے جو اپنے آپ کو 'بنی اسرائیل' کہتے ہیں۔ (اس قبیلہ کے لوگوں کو اس فلم میں دکھایا گیا ہے)

کشمیر (انڈیا) کے بنی اسرائیل نامی ان لوگوں کا بیان ہے کہ ہمارا جدّ امجد آج سے دو ہزار سال پہلے فلسطین سے اس علاقہ میں آیا تھا۔ اس کا نام یوُز آسف (یعنی اچھا کرنے والا) تھا۔ یہی عیسیٰ تھے۔ کشمیر کے لوگوں کو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

سرینگر، کشمیر (انڈیا) میں مسیح کی قبر ''یوز آسف'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قبر آج سے دو ہزار سال قبل اور واقعہٴ صلیب کے اَسّی سال بعد کی ہے۔ یہ قبر یقیناً حضرت عیسیٰؑ کی ہے۔

اس قبر میں حضرت عیسیٰؑ کو یہودی طریق کے مطابق شرقاً غرباً دفنایا گیا ہے جبکہ اس کے ساتھ ایک دوسری قبر میں ایک مسلمان کو شمالاً جنوباً دفنایا گیا ہے۔

سرینگر کشمیر کی یہ قبر حضرت عیسیٰؑ کی قبر ہے اس قبر کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے پاؤں کے نشان دکھائے گئے ہیں جو ایک مٹی کی پلیٹ پر نقش کر کے محفوظ کئے گئے ہیں۔ ان پاؤں کے نقش میں واقعہٴ صلیب کے کیلوں کے زخموں کے نشان نمایاں نظر آتے ہیں۔ یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ یہ قبر حضرت عیسیٰؑ کی ہے۔

نوٹ: حضرت عیسیٰؑ کی قبر والے ٹیلی ویژن پروگرام کا دورانیہ چودہ منٹ تھا۔ یہ پروگرام جرمن ٹیلی ویژن RTL-2 کی ملکیت ہے اور ان کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس ٹی وی کا انٹرنیٹ کا پتہ یہ ہے:

www.weltderwunder.de

(مرسلہ: مظفر محمود احمد۔ جرمنی)

❁❁❁❁❁❁

ربوہ اور قادیان کا سفر

(عبدالباسط شاھد)

دس گیارہ سال کے لمبے وقفہ کے بعد گزشتہ سال کے آخر میں قادیان کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ قادیان کے ساتھ ہر احمدی کا روحانی اور جذباتی گہرا تعلق ہے خواہ اس نے کبھی قادیان دیکھا بھی نہ ہو۔ مگر خاکسار کا خاندان تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے ہی قادیان سے وابستہ ہو گیا تھا۔ پھر میرے دادا جان حضرت میاں فضل محمد صاحب اور اسی طرح میرے نانا جان حضرت حکیم اللہ بخش صاحب کو یہ توفیق حاصل ہوئی کہ وہ ہجرت کر کے قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔ خاکسار نے اپنا بچپن اس مقدس بستی میں گزارا۔ بچپن کے کھیل کود اور دوسرے مشاغل سے زیادہ قادیان کی مساجد، ان مسجدوں میں نماز پڑھانے والے بزرگ اور درس دینے والے علماء کی نہایت پاکیزہ یادیں نمایاں ہیں۔ اباجان عبدالرحیم صاحب کو درویشی کی سعادت حاصل ہوئی اور زمانہ درویشی میں 'بھائی جی' یا 'دیانت صاحب' کے پیارے ناموں سے یاد کئے جاتے رہے اور خاکسار کے قادیان سے تعلق میں اس امر سے بھی اضافہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے متعدد مرتبہ قادیان جانے اور وہاں کی برکات سے استفادہ کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔

بچپن کی یادوں میں حضرت مصلح موعودؓ کی یاد سرفہرست ہے۔ مسجد اقصیٰ میں آپ کے پُرولولہ خطبات، مسجد مبارک میں مجالس علم و عرفان۔ خدام الاحمدیہ کے اجتماعات میں تفسیری نکات اور معارف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ کھیلوں اور جسمانی صحت کے متعلق آپ کے ارشادات، مسجد مبارک کی عقبی سیڑھیوں سے جو چھتی ہوئی گلی میں اترتی تھیں آپ کا مہمات دینیہ کی سرانجام دہی کے لئے آنا جانا۔ پکنک کے لئے نہر پر یا دریائے بیاس پر جانا، گرمیوں میں ڈلہوزی یا کشمیر جانا، وقارِ عمل کے لئے اور مختلف خوشی و غمی کے مواقع پر اپنے خدام کے ساتھ برابر کی شرکت...... یہ کیسی پیاری یادیں یا قیمتی سرمایہ ہے اور قادیان جا کر یہ فلم ذہن میں برابر گھومتی رہتی اور کسی اور ہی عالَم میں پہنچا دیتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا ؂

'کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر'

اسی طرح آپ نے فرمایا کہ ؂

'قادیاں بھی تھی نہاں ایسی کہ گویا زیرِ غار'

مگر اس گمنامی اور وہاں پہنچنے کی دشواریوں کے باوجود یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ لوگ دور دراز سے، مشکل رستوں پر سے گزرتے ہوئے بھی یہاں ہجوم در ہجوم آیا کریں گے۔ یہ وعدہ جو یقیناً اس ابتدائی زمانے میں بہت ہی عجیب بلکہ ناممکن سا لگتا ہوگا آج ہم اپنی آنکھوں سے بڑی شان سے پورا ہوتا ہوا دیکھ رہے ہیں۔

پاکستان اور انڈیا کے مخصوص حالات کی وجہ سے انڈیا کا ویزا حاصل کرنا ہمیشہ ہی جوئے شیر لانے کے مترادف رہا ہے۔ یہاں لندن سے ویزا حاصل کرتے ہوئے بھی اسلام آباد پاکستان کی یاد تازہ ہوتی رہی اور اگر میرا بیٹا تین دن صبح سے رات تک انڈیا کے ویزا آفس میں دھرنا نہ دیتا اور قادیان سے جلسہ میں شمولیت کے لئے دعوت نامہ نہ آتا تو ویزا کا حصول قریباً ناممکن تھا۔ ویزا ملنے کے بعد ہم خوشی خوشی ربوہ چلے گئے کہ اب تو خدا نے چاہا تو بآسانی قادیان پہنچ جائیں گے۔ مگر ربوہ جا کر پتہ چلا کہ ابھی ایک اور مشکل مرحلہ باقی ہے اور وہ یہ کہ اگر ویزا میں اٹاری کا لفظ لکھا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو اس ٹرین پر جانا ہوگا جو سمجھوتا ایکسپریس کے نام سے مشہور ہے اور آجکل ہفتہ میں دو دن چلتی ہے۔ یہ تجربہ بھی ناقابل فراموش تھا۔ گاڑی کب آئے گی، کب چلے گی، کتنا عرصہ سٹیشن پر کھڑی رہے گی، کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ مسافر گاڑی کی وسعت و گنجائش سے زیادہ ہیں یا کم یہ کسی کی سردرد نہ تھی۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ جب تک آخری مسافر اپنے بے حساب سامان کے ساتھ امیگریشن اور کسٹم کے مراحل سے گزر نہ جائے گا اس وقت تک گاڑی میں بیٹھے ہوئے مسافروں کو انتظار میں اس طرح وقت گزارنا ہوگا کہ نہ بیٹھنے کی جگہ ملے گی اور نہ ہی کھانے پینے کا کوئی معقول انتظام ہوگا۔ ان مراحل کی مشکلات اور صبر آزمائی کا اندازہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو یہ سب کچھ خود بھگت چکا ہو۔ مختصر یہ کہ لاہور سے قادیان بلکہ زیادہ معیّن طور پر اٹاری اور لاہور کا رستہ جو عام حالات میں چند منٹ کا رستہ ہوتا ہے ہم نے پندرہ گھنٹے میں طے کیا۔ ہمارے پاس سامان کم تھا اس لئے امیگریشن اور کسٹم کے نہایت بے نظم و ضبط مراحل نسبتاً جلدی ہوتے رہے اور گاڑی میں بیٹھ کر یہ خیال بھی ضرور آتا رہا کہ مسیح پاک علیہ السلام کو جو بتایا گیا تھا کہ لوگ دشوار گزار رستوں سے قادیان میں آیا کریں گے ان میں یہ دشواریاں بھی تو شامل ہوں گی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے قادیان کی زیارت کی سعادت سے جو خوشی اور سکون حاصل ہوتا ہے وہ مذکورہ بالا تکلیف دہ مشکل امور کو بھلانے یا نظر انداز کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ان تکالیف اور ناخوشگوار یادوں کو شکر گزاری میں تبدیل کرنے کا ایک اور سامان بھی قادیان میں بافراط نظر آیا۔ جب یہ دیکھنے میں آیا کہ بعض عشاق نہایت غربت کی حالت میں، قادیان کی سردی اور موسم کے لحاظ سے بہت ہی ناکافی کپڑوں میں ملبوس تین تین چار چار دن کا سفر کر کے ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے جلسہ میں شمولیت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں تو اپنی مشکلات اور کوفت بھول کر ان خوش قسمت مومنوں پر رشک آنے لگا جو محض للہ اس ربّانی تقریب میں شمولیت کے لئے اتنی قربانی کر کے وہاں پہنچے تھے۔

خاکسار کو حرمین شریفین مکہ اور مدینہ کی زیارت کی سعادت بھی حاصل ہو چکی ہے۔ تمام فیوض و برکات کا سرچشمہ تو یہی سرزمین ہے جسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد و مسکن اور مدفن ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ تاہم آپ کے ایک غلام و خادم کی شبانہ روز دعاؤں سے زمین قادیاں اب محترم ہے۔ ہجوم خلق سے ارض حرم ہے۔ اس مقام پر بھی دعاؤں اور انابت و خشیت کی اپنی ہی مخصوص کیفیت ہوتی ہے۔

"الدار" اور دوسرے مقدس مقامات کی تفصیل تو اب ہمارے لٹریچر میں بیان و محفوظ ہو چکی ہے اس لئے اس کی تفصیل کو چھوڑا جا سکتا ہے مگر یہ بات ضرور قابل ذکر ہے کہ مرورِ زمانہ سے طبعی طور پر پرانی عمارتوں اور گلیوں وغیرہ کی مرمت کی ضرورت پیش آنے پر نہایت کاریگری اور عمدگی سے اس ضرورت کو پورا کیا گیا ہے۔ تاہم وہ اونچی نیچی غیر ہموار تنگ گلیاں، وہ کچی پرانی طرز کی عمارتیں وہ سادگی اور بے ساختگی جو بچپن سے وہاں نظر آیا کرتی تھی نگاہیں اس کی متلاشی ضرور رہیں اور جہاں کہیں پرانی طرز کی اصلی حالت میں کوئی جگہ یا چیز نظر آتی تھی وہ عجب سکون و آسودگی بخشتی تھی۔

خدا تعالیٰ کے فضل سے ربوہ میں بھی بہت سی خوشکن تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے دفاتر میں توسیع ہو چکی ہے اور ابھی یہ کام جاری ہے۔ ربوہ میں درخت، پھل، پھول دیکھ کر تو وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ربوہ کا وہ نظارہ آنکھوں کے آگے گھوم جاتا ہے کہ ایک چٹیل میدان جس میں کم از کم چھ انچ موٹی کلّر کی سفید تہ جمی ہوئی تھی اور اس سارے میدان میں کیکر کے درخت دور سے نظر آیا کرتے تھے اور یا پھر پہاڑیوں کے پاس خودرو کانٹے دار چند جھاڑیاں ہوتی تھیں۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ایک سرسبز و شاداب قصبہ ہے جس میں درختوں کی قطاریں اور طرح طرح کے خوشنما پھول اور پھل حضرت مصلح موعودؓ کی اولوالعزمی اور صبر و استقلال کی داد دے رہے ہیں۔

خاکسار اس مجلس میں موجود تھا جس میں حضرت مصلح موعودؓ نے لاہور سے آنے والے صحافیوں اور معززین سے باتیں کرتے ہوئے اس عزم و ارادے کا اظہار فرمایا تھا کہ ہم اس قصبہ کو ایک خوبصورت سرسبز قصبہ بنا دیں گے اور پہاڑیوں پر بھی سبزہ اگانے کی کوشش کریں گے (اگر تعصب کی آندھی سے ربوہ اور اس کا ماحول متاثر نہ ہوا ہوتا تو اب تک یہ کام پورا ہو چکا ہوتا۔ بہرحال دیوانے اس ویرانے کو آباد کرنے کی کوشش میں برابر لگے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی محنت کے اچھے نتائج پیدا فرما رہا ہے۔)

جامعہ احمدیہ قدیم اور جامعہ احمدیہ جدید کی شاندار عمارات جن کی توسیع کا کام بھی بڑے پیمانہ پر جاری ہے بہت ہی خوشکن ہے۔ اس مادرِ علمی سے تعلق کی وجہ سے پرانی یادیں تازہ ہو کر شکر کے جذبات میں اضافہ کا باعث بنتی رہیں۔ ہر دو جامعہ میں وہاں کے پرنسپل صاحبان کی مہربانی اور عزّت افزائی سے طلبہ سے ملنے اور باتیں کرنے کی خوشی بھی حاصل ہوئی۔ اسی طرح مکرم برادرم جمیل الرحمان صاحب رفیق اور مکرم برادرم بشیر اختر صاحب کی سواحیلی کلاسوں کے طالب علموں سے مل کر بھی خوشی ہوئی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے یہ زیرِ تربیت نوجوان مبلّغین بہت اچھے علمی ماحول میں اپنے علم میں اضافہ اور غیر ملکی زبانوں کو سیکھ کر دنیا میں دینِ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی محنت و کوشش میں برکت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مقبول خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

سیٹلائٹ

Fozman Foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

ازواج مطہرات کی تعلیم وتربیت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے اہل بیت! یقیناً اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔(احزاب:34)

اس وعدہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو جو پاکیزگی اور رفعت بخشی اس میں رسول اللہ ﷺ کی بے انتہا محنت اور بے قرار دعاؤں کا بہت دخل ہے۔ آپؐ جہاں اُن کے تمام مادی حقوق ادا کرتے وہاں ان کی تربیت پر بھی گہری نگاہ رکھتے۔ روزنامہ ’’الفضل‘‘ ربوہ ۱۸؍اکتوبر ۲۰۰۴ء میں مکرم عبدالسمیع خانصاحب کے قلم سے ایک مضمون ازواج مطہرات کی تعلیم و تربیت کے عنوان سے شامل اشاعت ہے۔

آنحضور ﷺ کی زندگی حقوق اللہ اور حقوق العباد کے حسین توازن کا مرقع تھی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کام کاج میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے اور ان کی خدمت میں مشغول رہتے مگر جونہی نماز کا وقت آتا تو آپ نماز کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔

آنحضرت ﷺ نے ایک مثالی گھرانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔ اگر وہ اٹھنے میں پس وپیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑکے تاکہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ رحم کرے اس عورت پر جو رات کو اٹھی، نماز پڑھی اور اپنے میاں کو جگایا۔ اگر اس نے اٹھنے میں پس وپیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکا تاکہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

رسول اللہ ﷺ پر آغاز میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت علیؓ ہی ایمان لائے تھے کہ آپؐ نے ان کے ساتھ نماز باجماعت کی ادائیگی کا سلسلہ شروع فرمادیا اور پھر عمر بھر سفر وحضر، بیماری وصحت، امن و جنگ غرض کہ ہر حالت عسر ویسر میں اس فریضہ کی بجاآوری میں کبھی کوئی کوتاہی نہیں ہونے دی۔ اور یہی مبارک عادات آپ نے اپنی دیگر ازواج میں بھی پیدا فرمائیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ رات کو نماز تہجد کی ادائیگی کے لئے اٹھتے اور عبادت کرتے تھے جب طلوع فجر میں تھوڑا سا وقت باقی رہ جاتا تو مجھے بھی جگاتے اور فرماتے تم بھی وتر ادا کرلو۔

اسی طرح آپؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں تو بطور خاص آپ خود بھی کمرہمت کس لیتے اور بیویوں کو بھی اہتمام کے ساتھ عبادت کے لئے جگاتے تھے۔

ایک رات آنحضرت ﷺ نماز تہجد کے لئے اٹھے تو وحی الٰہی کے ذریعہ سے آپؐ کو آئندہ کے فتنوں کی کچھ خبریں بتائی گئیں۔ اس پر گھبراہٹ کے عالم میں آپؐ اپنی بیویوں کو نماز اور دعا کے لئے جگانے لگے اور فرمایا ان حجروں میں سونے والیوں کو جگاؤ۔ اور پھر اس نصیحت کو مزید اثرانگیز بنانے کے لئے یہ پُرحکمت جملہ فرمایا کہ: دنیا میں کتنی ہی عورتیں ہیں جو ظاہری لباسوں کے لحاظ سے بہت خوش پوش ہیں مگر قیامت کے دن جب یہ لباس کام نہ آئیں گے اور صرف تقویٰ کی ضرورت ہوگی تو وہ اس لباس سے عاری ہوں گی۔

رسول اللہ ﷺ جگانے کی خاطر بعض اوقات پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر ہلاتے یا پانی کا چھینٹا دیتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کے حضورؐ میرے حجرہ میں تہجد ادا کرتے جہاں جگہ اتنی کم تھی کہ میں حضورؐ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور جب حضورؐ سجدہ کرنے لگتے تو میں پاؤں سکیڑ لیتی۔

ایک بار آدھی رات کو حضرت عائشہؓ نے حضور کو بستر پر نہ پایا تو تلاش کرتے کرتے ایک ویران قبرستان میں پہنچ گئیں۔ جہاں حضورؐ شدت الحاح اور گریہ سے تڑپ رہے تھے۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کی کیفیت یوں بتائی کہ حضور ﷺ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔ مگر اس نماز کی لمبائی اور حسن وخوبی کے متعلق مت پوچھو۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے اللہ کی ایک ایسی صفت کا علم ہے جس کا نام لے کر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے وفور شوق سے عرض کیا کہ پھر مجھے بھی وہ صفت بتادیں۔ آپؐ نے فرمایا میرے خیال میں تمہیں بتانا مناسب نہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ جیسے روٹھ کر ایک طرف جابیٹھیں کہ خود ہی بتائیں گے مگر جب آنحضرت ﷺ نے کچھ دیر تک نہ بتایا تو عجب شوق کے عالم میں خود اٹھیں، رسول کریمؐ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! بس مجھے ضرور وہ صفت بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ دراصل اس صفت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے دنیا کی کوئی چیز مانگنا درست نہیں اس لئے میں بتانا نہیں چاہتا۔ تب حضرت عائشہؓ پھر روٹھ کر الگ ہوگئیں۔ اور وضو کرکے مصلیٰ بچھاکر باآواز بلند یہ دعا کرنے لگیں کہ اے میرے مولیٰ! تجھے اپنے سارے ناموں اور صفتوں کا واسطہ۔ ان صفتوں کا بھی جو مجھے معلوم ہیں اور ان کا بھی جو میں نہیں جانتی کہ تُو اپنی اس بندی کے ساتھ عفو کا سلوک فرما۔ آنحضرت ﷺ پاس بیٹھے دیکھتے اور مسکراتے جاتے اور پھر فرمایا: اے عائشہ! بیشک وہ صفت انہی صفات میں سے ہے جو تم نے شمار کرڈالیں۔

بیویوں کے دل میں توحید باری کی عظمت کے قیام کا خیال آپؐ کو بوقت وفات بھی تھا۔ چنانچہ آپؐ کی آخری بیماری میں جب کسی بیوی نے حبشہ کے ایک گرجا کا ذکر کیا جو ماریہ (حضرت مریمؑ) کے نام سے موسوم تھا تو اپنی بیماری کی تکلیف دہ حالت میں بھی آپؐ نے فرمایا: برا ہو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کے مزاروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

گویا بالفاظ دیگر یہ پیغام دیا کہ تم لوگ میری قبر کو شرک گاہ نہ بنادینا، میرے بعد توحید پر قائم رہنا۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے آنحضرت ﷺ کی کوئی ایسی بات بتائیں جو آپ کو بہت ہی عجیب معلوم ہوتی ہو۔ اس پر حضرت عائشہؓ رو پڑیں اور لمبے عرصہ تک روتی رہیں اور جواب نہ دے سکیں۔ پھر فرمایا کہ آپؐ کی ہر بات ہی عجیب تھی۔ کس کا ذکر کروں اور کس کا ذکر نہ کروں۔ ایک رات میرے ہاں باری تھی حضورؐ میرے پاس تشریف لائے۔ بستر میں داخل ہوئے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا مجھے اس بات کی اجازت دیں گی کہ میں اپنے ربّ کی عبادت میں یہ رات گزاروں۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! یقیناً، مجھے تو آپؐ کا قرب پسند ہے اور آپؐ کی خوشنودی مقصود ہے۔ اس پر حضورؐ اٹھے، مشکیزہ سے وضو کیا پھر نماز پڑھنے لگے اور قرآن کا کچھ حصہ تلاوت فرمایا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ پھر آپؐ بیٹھ گئے اور خدا کی حمد اور تعریف کی اور پھر رونا شروع کردیا۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور پھر رونے لگے یہاں تک کہ میں نے دیکھا کے آپؐ کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی اور اسی حالت میں وہ رات گزر گئی۔ اور جب صبح کے وقت حضرت بلالؓ نماز کے لیے بلانے آئے تب بھی آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ رو رہے ہیں، کیا آپ کے متعلق اللہ نے یہ خوش خبری نہیں دی کہ اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے بلال! کیا میں خدا تعالیٰ کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔

ایک دفعہ حضرت امّ سلمہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں اکیلی اکیلی نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپؐ نے دیکھا تو امّ سلمہؓ کو فرمایا: جب زیادہ عورتیں ہوں تو ایک درمیان میں کھڑی ہوکر امامت کروالیا کرے۔

نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ حضرت حفصہؓ نے بھی اپنا خیمہ لگالیا۔ ان کی دیکھا دیکھی حضرت زینبؓ بنت جحش نے خیمہ لگوالیا۔ صبح رسولؐ اللہ نے کئی خیمے دیکھے تو پوچھا کہ کس کے خیمے ہیں۔ آپ کو بتایا گیا کہ ازواج کے ہیں تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ یہ (ریس کرنے کو) نیکی سمجھتے ہو۔ پھر اس سال آپؐ نے اعتکاف رمضان میں نہیں بلکہ شوال میں فرمایا۔

آنحضور ﷺ کی کوشش تھی کہ ازواج مطہرات باہمی محبت سے زندگی بسر کریں لیکن اگر طبعی جذبات کے ماتحت کوئی بیوی ایسا قدم اٹھاتی جس سے دوسری بیوی کی حق تلفی ہوتی یا جذبات کو ٹھیس پہنچتی تو حضورؐ سختی سے اس کا نوٹس لیتے۔

حضرت عائشہؓ آپؐ کو بہت محبوب تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے حضرت صفیہؓ کو اپنی چھنگلی دکھا کر ان کے پستہ قد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ٹھگنی (چھوٹے قد والی) کا طعنہ دیدیا۔ آنحضرتؐ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے بہت سرزنش کی اور فرمایا: یہ ایسا سخت کلمہ تم نے کہا کہ سمندر کے پانی میں بھی اس کو ملا دیا جائے تو وہ کڑوا ہو جائے۔

ایک بار حضرت زینب بنت جحشؓ نے حضرت صفیہؓ کو یہودن کہہ دیا۔ اگرچہ ان کا نسب یہود ابن یعقوب تک منتہی ہوتا ہے مگر کہنے کا انداز ایسا تھا کہ حضورؐ دو تین ماہ تک اُن کے حجرہ میں نہ گئے۔ وہ غم سے نڈھال ہوکر مایوس ہوچکی تھیں اور سمجھتی تھیں کہ اب کبھی آنحضرتؐ کا چہرہ نہ دیکھ سکیں گی۔ حضرت زینب نے توبہ کی تو پھر آپؐ نے عفو سے کام لیا۔

حضرت صفیہؓ کھانا پکانے کی ماہر تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کی باری کے دوران انہوں نے کھانا بھجوایا۔ حضرت عائشہؓ کو غیرت آئی تو کھانا لانے والی لونڈی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کھانا گرادیا اور برتن ٹوٹ گیا۔ حضرت عائشہؓ سے شدید محبت کے باوجود حضورؐ نے اس فعل پر اظہار ناپسندیدگی فرمایا۔ آپؐ نے اپنے ہاتھوں سے برتن کے ٹکڑے اکٹھا کرکے جوڑے اور پھر حضرت عائشہؓ سے اس کے ساتھ کا برتن منگوایا۔ حضورؐ نے ٹوٹا ہوا برتن حضرت عائشہؓ کے سپرد کردیا اور صحیح سالم برتن حضرت صفیہؓ کو بھجوادیا۔

آنحضرتؐ کی تعدد ازدواج کی ایک حکمت امت کی تربیت بھی تھی۔ خصوصاً عورتوں سے متعلق مسائل میں وہ رسول اللہؐ اور امت کے درمیان ایک عملی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے متعلق فرمایا: ’’آدھا دین عائشہ سے سیکھو‘‘۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ رسول اللہؐ کی وفات کے 48 سال بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت حفصہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے بھی خلافت راشدہ کے بعد تک عمر پائی۔

ایک بار حضرت جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا خدیجہ سے ربّ کائنات کا اور میرا سلام کہہ دیجئے اور ان کو ایک ایوان جنت کی بشارت دیں جو خالص مروارید سے بنا ہے جس کے اندر کوئی رنج والم نہیں۔

ایک دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: یہ جبریل ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا میرا اسلام بھی ان تک پہنچادیں۔

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا مجھ پر عائشہؓ کے بستر میں وحی نازل ہوتی ہے۔

حضرت حفصہؓ کے متعلق جبریلؑ نے فرمایا ’’وہ روزے رکھنے والی، بہت نمازیں پڑھنے والی اور جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہے‘‘۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ’’امر واقعہ یہ ہے کہ سب سے حسین معاشرہ کی جنت جو نازل ہوئی وہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانہ میں نازل ہوئی۔ آپ نے بہترین اسوہ ہر آنے والی نسل کے لئے پیچھے چھوڑا...... آج مغربی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے اور مشرقی قوموں کا امن بھی اٹھ چکا ہے۔ آج نہ روس عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ امریکہ عائلی جنت کی ضمانت دے سکتا ہے اور وہ ایک ہی ہے اور صرف ایک ہی ہے یعنی ہمارا آقا حضرت محمد ﷺ جو آج معاشرہ کی جہنم کو جنت میں تبدیل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔‘‘

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 12 | Friday , May 13, 2005 | Issue No. 19

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا کینیا (مشرقی افریقہ) میں ورود مسعود

کینیا کے دور دراز علاقوں اور ہمسایہ ممالک سے آنے والے ہزاروں احباب جماعت کی طرف سے حضور انور کا والہانہ استقبال۔ جماعت احمدیہ کینیا کے جلسہ سالانہ میں حضور انور ایدہ اللہ کی بابرکت شمولیت اور خطاب۔

نیکی کے ہر کام میں آپ کا قدم سب سے آگے ہونا چاہئے۔ جماعت اس امر کا خیال رکھے گی کہ مالی کمی کی وجہ سے کوئی بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے۔

جلسہ سالانہ میں نائب صدر مملکت کی طرف سے جماعت کے رفاہی کاموں پر خراج تحسین۔ ایک خصوصی استقبالیہ تقریب میں مختلف وزراء اور ممتاز شخصیات کی شمولیت۔

(کینیا میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی مختلف مصروفیت کی جھلکیاں)

(رپورٹ: عبدالماجد طاہر۔ ایڈیشنل وکیل التبشیر)

26 ؍اپریل بروز منگل:

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صبح آٹھ بج کر 45 منٹ پر مسجد فضل لندن سے ہیتھرو ائرپورٹ کے لئے روانہ ہوئے۔ لندن مسجد میں احباب جماعت صبح سے ہی اپنے پیارے آقا کو الوداع کہنے کے لئے جمع ہونے شروع ہوگئے تھے۔ حضور انور نے روانگی سے قبل دعا کروائی۔ 9:40 منٹ پر حضور انور ہیتھرو ائرپورٹ پر پہنچے جہاں مکرم منصور احمد شاہ صاحب قائمقام امیر یو۔کے۔ اور دوسرے جماعتی عہدیداران جو حضور انور کو الوداع کہنے کے لئے ساتھ آئے تھے نے حضور انور سے شرف مصافحہ حاصل کیا۔

امیگریشن کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد دس بج کر پانچ منٹ پر حضور انور جہاز میں سوار ہوئے۔ برٹش ائرویز کی فلائٹ BA065 دس بج کر 35 منٹ پر نیروبی (کینیا) کے لئے روانہ ہوئی۔

حضور انور ایدہ اللہ کا جہاز کینیا کے لوکل وقت کے مطابق شام 8:30 منٹ پر نیروبی انٹرنیشنل ائرپورٹ Jomo Kenyats National Airport Nairobi پر اترا۔ ابھی جہاز رن وے پر ہی تھا کہ احباب جماعت نے خوشی و مسرت سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے اور بچوں اور بچیوں نے استقبالیہ نغمات پڑھنے شروع کر دئے۔

جونہی حضور انور جہاز کے دروازہ سے باہر آئے تو مکرم وسیم احمد صاحب چیمہ امیر جماعت احمدیہ کینیا نے اپنی مجلس عاملہ کے چند ممبران کے ساتھ حضور انور کا استقبال کیا۔ کیبنٹ منسٹر Mr.Josaf Nayaga نے گورنمنٹ کینیا کی نمائندگی میں حضور انور کا استقبال کیا اور حکومت کی طرف سے خوش آمدید کہا۔ ایک طفل اسماعیل جمعہ نے حضور انور کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ جب کہ عزیزہ عائشہ نے حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی خدمت میں پھولوں کا گلدستہ پیش کیا۔ صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیا اپنی عاملہ کی چند ممبرات کے ساتھ حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کے استقبال کے لئے ائرپورٹ پر موجود تھیں۔

اس کے بعد حضور وی آئی پی لاؤنج میں تشریف لائے جہاں کیبنٹ منسٹر اور استقبال کے لئے آئے ہوئے جماعتی عہدیداران کے ساتھ گفتگو فرمائی۔ امیگریشن کی کارروائی مکمل ہونے کے بعد جونہی حضور انور ائرپورٹ سے باہر تشریف لائے تو ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے دو ہزار سے زائد احباب نے فلک شگاف نعرہ ہائے تکبیر سے اپنے پیارے آقا کا استقبال کیا۔

استقبال کرنے والوں میں کینیا کی مختلف جماعتوں کے علاوہ ہمسایہ ممالک ایتھوپیا، اریٹیریا، صومالیہ، جبوتی، کونگو، زمبابوے اور بوٹسوانا سے آئے ہوئے وفود بھی شامل تھے۔ سارے ملک سے لوگ ایک روز پہلے سے ہی اپنے آقا کے استقبال اور دیدار کے لئے نیروبی پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔

26 ؍اپریل کا دن کینیا کی تاریخ میں نہایت مبارک دن ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پہلی مرتبہ کینیا کی سرزمین پر ورود مسعود ہوا اور آپ کے مبارک قدم اس سرزمین پر پڑے۔ ائرپورٹ پر خوبصورت لباس میں ملبوس بچوں اور بچیوں نے اردو، سواحیلی اور عربی زبان میں استقبالیہ نغمات پیش کرتے ہوئے کینیا اور جماعت احمدیہ کے جھنڈے ہلا ہلا کر پیارے آقا کو خوش آمدید کہا۔ ہر شخص کی خوشی دیدنی تھی۔ حضور انور اپنا ہاتھ ہلا ہلا کر احباب جماعت کے اشتیاق اور خوشی کا جواب دے رہے تھے۔ حضور انور نے اپنی گاڑی کے پاس کھڑے ہو کر کچھ دیر کے لئے احباب جماعت کو زیارت کا شرف بخشا۔ اس دوران فضا نعرہ ہائے تکبیر، احمدیت زندہ باد، خلیفۃ المسیح زندہ باد کے نعروں سے گونجتی رہی۔ اس کے بعد قافلہ کی صورت میں حضور انور نیروبی مشن ہاؤس کے لئے روانہ ہوئے جہاں حضور کا قیام تھا۔ حضور کی مشن ہاؤس روانگی کے وقت احباب جماعت حضور انور کی گاڑی کے ساتھ ساتھ کافی دور تک چلتے رہے اور نعرے لگاتے رہے۔

قافلہ میں سب سے آگے پولیس کی پائلٹ گاڑی تھی اس کے بعد خدام الاحمدیہ کی سیکیورٹی کار اور اس کے بعد حضور انور کی کار تھی۔ اس کے بعد مکرم امیر صاحب اور دیگر احباب کی گاڑیاں تھیں جن کی تعداد 9 تھی۔ تمام راستہ پولیس نے حفاظتی انتظامات کئے ہوئے تھے جن کے ساتھ خدام الاحمدیہ کی سیکورٹی ٹیم اپنی مخصوص یونیفارم کے ساتھ نہایت مستعدی سے سارے انتظامات سنبھالے ہوئے تھی۔ علاوہ ازیں ائرپورٹ سیکورٹی اور کینیا پولیس کا موبائل یونٹ بھی حفاظتی انتظامات میں مصروف تھا۔

حضور انور کا قافلہ سٹیڈیم ہل روڈ سے ہوتا ہوا جلسہ گاہ کے قریب سے گزرا۔ یہاں بھی سڑک کے دونوں طرف کھڑے ہزاروں احباب اپنے پیارے آقا کا نہایت بے قراری سے انتظار کر رہے تھے۔ حضور انور کی کار یہاں پہنچ کر آہستہ ہو گئی تا کہ احباب جماعت اپنے پیارے آقا کی زیارت سے مستفیض ہوسکیں۔ احباب سڑک کے دونوں طرف کھڑے مسلسل نعرے لگا رہے تھے اور ہاتھ ہلا ہلا کر حضور انور کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ حضور انور بھی اپنا ہاتھ ہلا کر ان سب کے نعروں کا جواب دے رہے تھے۔ اس کے بعد قافلہ Muranga Road سے ہوتا ہوا احمدیہ مشن ہاؤس نیروبی پہنچا۔ ائرپورٹ سے مشن ہاؤس کا فاصلہ 15 کلومیٹر ہے۔

9:40 بجے جونہی حضور انور کی گاڑی مشن ہاؤس کے مین گیٹ سے اندر داخل ہوئی تو مبلغین کرام، ڈاکٹر صاحبان، اراکین مجلس عاملہ اور دیگر ہزاروں افراد نے حضور انور کا استقبال کیا۔ حضور انور نے ازراہ شفقت مبلغین، ڈاکٹر صاحبان، اراکین مجلس عاملہ اور جماعتی عہدیداران کو شرف مصافحہ بخشا۔ مکرم امیر صاحب حضور انور کی خدمت میں ہر ایک کا تعارف کرواتے جاتے اور حضور انور نہایت شفقت سے گفتگو فرماتے اور حال دریافت فرماتے رہے۔ حضور انور کچھ دیر خواتین کی طرف تشریف لے گئے جہاں خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا۔

حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا خواتین کی طرف تشریف لے گئیں اور ان کا حال دریافت فرمایا۔ ان تینوں مقامات پر استقبال کرنے والے احباب کی تعداد 6 ہزار سے زائد تھی۔

اس کے بعد حضور انور اپنی رہائشگاہ پر تشریف لے گئے۔ دس بجے حضور انور نے مسجد احمدیہ نیروبی میں نماز مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھائیں۔ نماز کی ادائیگی سے قبل حضور انور نے احباب کی کثرت کی وجہ سے آواز پہنچانے کے انتظام سے متعلق ہدایات دیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور اپنی رہائش گاہ پر تشرف لے گئے۔

مسجد احمدیہ نیروبی مین سڑک کے اوپر ہے۔ ہر گزرنے والے کو اس کے خوبصورت مینار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مسجد 30-1929ء میں تعمیر کی گئی تھی۔ اب اس کے ساتھ ملحقہ علاقہ میں بہت خوبصورت تین منزلہ مشن ہاؤس بن چکا ہے۔

27 ؍اپریل 2005ء:

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نماز فجر مسجد احمدیہ نیروبی میں پڑھائی۔ نماز سے کچھ وقت پہلے حضور انور کو اپنے بڑے بھائی صاحبزادہ مرزا ادریس احمد صاحب کی وفات کی خبر پاکستان سے بذریعہ فون ملی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور اپنی رضا اور مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ ہر قدم پر ہمارے پیارے آقا کا حافظ و ناصر ہو اور ہر دکھ اور غم سے بچائے اور اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

پروگرام کے مطابق 11:30 بجے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد احمدیہ نیروبی سے ملحقہ نئے تعمیر ہونے والے تین منزلہ کمپلیکس کا معائنہ فرمایا۔ حضور انور معائنہ کے دوران لائبریری، کمپیوٹر روم، تینوں ذیلی تنظیموں کے دفاتر اور لجنہ کے تحت چلنے والے سلائی سکول تشریف لے گئے اور معائنہ کے دوران مختلف امور کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ حضور انور نے ہیومینٹی فرسٹ کو رجسٹر کروانے کے بارہ میں متعلقہ شعبہ کو ہدایت دی اور مختلف امور کے بارہ میں ہدایات فرمائیں۔

باقی صفحہ نمبر 8 پر ملاحظہ فرمائیں